ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

اکتوبر 2024ء - ربیع الثانی 1446ھ

اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت CPL.No:406

ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

مدیر اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

شمارہ 10 | اکتوبر 2024ء | جلد 32

مشیر ادارت
ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز
- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف • شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین
- ابومحی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

قیمت فی شمارہ
30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ
600 روپے

جاز کیش، ایزی پیسہ
0323-8400651

بیرون ملک سالانہ
200 ڈالر، 100 پونڈز

ہر چہ مرد در بزمِ شوق آوردہ ام

1	حمد باری تعالیٰ	مفتی محمد لیاقت علی نقشبندی	4
2	نعت شریف و منقبت	پیر سید خضر حسین چشتی	5
3	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	6
4	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	13
5	درسِ حدیث	حافظ سخی احمد خان	19
6	توحید و اتباعِ رسول ﷺ	علامہ احمد سعید کاظمی	22
7	رسول اللہ ﷺ کا قلبِ اطہر	محمد بن علوی المالکی الحسینی	25
8	زندگی قرآن کے ساتھ	مفتی محمد لیاقت علی نقشبندی	27
9	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	علامہ محمد ارشد	28
10	شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ	آصف بلال آصف	29
11	نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ	صاحبزادہ سید محمد فرحان نظامی	32
12	بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر منظور حسین اختر	34
13	مکتوبات مخدوم جہانیاں جہاں گشت	سید کامران بخاری	36
14	روحانی تھراپی	ماسٹر احسان الٰہی	39
15	یادیں اور باتیں	حافظ شیخ محمد قاسم	40

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038
ہیڈ آفس: ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید، راولپنڈی فون: 051-4831112
E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

حمد باری تعالیٰ

اس کو لایا تری چوکھٹ پہ بھروسہ تیرا
یہ جو نوکر ترے بندوں کا ہے بندہ تیرا

بابِ توفیق کھلا ہے جو تری رحمت سے
حمد لکھنے کے لیے بیٹھا ہے منگتا تیرا

کوہ و صحرا و چمن زار میں جلوے تیرے
سارے اقلیم ، یہ افلاک کا خیمہ تیرا

تُو تو خالق بھی ہے رازق بھی ہے معبود بھی ہے
ساری مخلوق جہاں بھر کی ہے کنبہ تیرا

بلبل و طوطی و کوئل کی زبان پر ہر دم
حمد رہتی ہے تیری رہتا ہے نغمہ تیرا

تُو ہی خورشید میں تاروں میں قمر میں تُو ہے
شب کی خاموش دعاؤں میں سحر میں تُو ہے

طُور میں قدس میں طُوبیٰ کے شجر میں تُو ہے
ماں کی ممتا میں ، اخوت میں، پدر میں تُو ہے

کربلا ،جنگِ احد اور بدر میں تُو ہے
رکنِ شامی میں یمانی میں حجر میں تُو ہے

کوہِ مروہ میں صفا سارے نگر میں تُو ہے
سُوئے طیبہ و نجف سب کے سفر میں تُو ہے

''نحنُ اقرب'' کی صدا سے ہوا یہ راز عیاں
ہے بشر اس لیے اکرم کہ بشر میں تُو ہے

لفظ حیران کہ کیا خوب ہیں شانیں تیری
حرف بھی تیرے ہیں ساری ہی زبانیں تیری

خطبہ زینب کا ترا زین کی للکار تیری
مقتلِ عشق میں گونجی تھیں اذانیں تیری

جو بھی ناسُوت سے لاہُوت تلک جا پہنچا
اس کی پرواز تری اور اُڑانیں تیری

کیا ہے اپنا جو کریں پیش تجھے اے مولا
دل کی دھڑکن بھی تیری اور یہ جانیں تیری

معصیت میں ہے کٹی عُمر ترے مفتی کی
اب ترا فضل ہے درکار امانیں تیری

پھول کلیوں کے یہ خوش رنگ نظارے تیرے
بہتے دریاؤں کے ندیوں کے کنارے تیرے

آبشاروں کی چھلک جھرنوں کے دھارے تیرے
روشنی عرش فلک اور ستارے تیرے

بحرِ عرفان و محبت میں جو غوطہ زن ہیں
ان کا ساگر بھی ہے تُو اور کنارے تیرے

غیرتِ عشق میں غیروں سے جو بے غور ہوئے
ایسے غیّور فقیروں کو سہارے تیرے

چین زہرا کا جو حسنین ہیں پیارے تیرے
صدقہ ان کا ملے ہم ہو جائیں سارے تیرے

ڈوب جانا تیری ہستی میں فنا کی منزل
تیرے عرفان کو پانا ہے بقا کی منزل

تجھ میں گم تھے سبھی معروف و جنید و منصور
عشق تیرا تھا ''انا الحق'' کی صدا کی منزل

تُو ہی شبیر کی شبّر کی علی زہرا کی
تُو صفین اور جمل کرب و بلا کی منزل

سجدہ و قعدہ و تسبیح و رکوع اور قیام
تُو ہی محبوب کی ہر ایک ادا کی منزل

تُو ہی مقصودِ عبادت تھا حرا میں یا ربّ
تُو ہی معراجِ محمد میں ''دنا'' کی منزل

نور تیرا دلِ مفتی کو منور کر دے
یہ بصیرت ہے ترے حمد سرا کی منزل

مفتی محمد لیاقت علی نقشبندی

شاہِ زمن

مصطفٰے ، نورِ خدا ، شاہِ زمن
جانِ جاں ، روحِ جہاں ، مولائے من

مظہرِ ذات و صفاتِ کردگار
شانِ حق ، آنِ کرم ، حسنِ بہار

سیّدِ کُل ، صاحبِ "ام الکتاب"
بے مثال و با کمال و لاجواب

جس نے باطل کو بھگایا وہ نبی
جس نے ظلمت کو مٹایا وہ نبی

جس نے ذروں کو عطا کی روشنی
جس نے پھیلائی وفا کی روشنی

روشنی کو جس نے ہے دی روشنی
ہر جگہ پر ہے اُسی کی روشنی

راکبِ برّاق ورَفرَف ، سیم تن
مرکبِ ذیشانِ شبیر و حسن

خضرِ عالم ، سرورِ عالی مقام
مرکزِ انوارِ حق ، ذی احتشام

شاہِ جیلاں

نُورِ چشمِ حضرتِ خیرالوریٰ کا نام لو
فخرِ اولادِ علی المُرتضیٰ کا نام لو

آبرُوئے اولیاء و اصفیاء کا نام لو
غوثِ اعظم ، تاجدارِ اولیاء کا نام لو

پیش آ جائے اگر مشکل تو ایسے وقت میں
شاہِ جیلاں ، پر تُوِ مشکل کشا کا نام لو

گر تمہاری کشتی آ جائے بھنور کے درمیاں
خضرِ راہِ منزلِ اہلِ وفا کا نام لو

پیر سید خضر حسین چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہنشاہِ بغداد کی خوبصورت زندگی

اربابِ علم ودانش!

آج شام کتنی خوبصورت ہے کہ ہم سب انگلینڈ میں بیٹھ کر بغداد کی روشنیاں دیکھ رہے ہیں۔ ایک ایسا ملک جس میں خوبصورت لفظوں کی طرح باشہامت معانی بھی برف کے تلے دبے محسوس ہوتے ہیں۔ وہاں گوشۂ فقر میں اگر کوئی سیدزادہ حیاتِ انسانی کو بامقصد بنانے کے لیے دیے روشن کرے اور شمعیں جلائے تو وہ قابلِ تحسین ہے۔

آج کا عنوان سیدی وسندی شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی ہیں۔ میں چاہوں گا کہ ان کی نور نور زندگی کے اس گوشۂ عظیم کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں جہاں زندگی کا حسن نکھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ آرزوئے صدق پُر شباب دکھائی دیتی ہے اور اظہارِ حق تمام انسانی طبقات کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی بجائے معرفتِ باری کے صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیتا ہے۔

شیخ کی زندگی محنت، جدوجہد اور تگ وتاز سے عبارت ہے۔ انسان جب محنت سے محروم ہو جائے، پتھروں کی طرح ہو جاتا ہے۔ کام، کام اور کام انسان کو عروج کے آسمان پر دولہا بنا کر جلوہ زن کر دیتا ہے۔ انگلستان کے ایک شاعر ملٹن نے کہا تھا:

”انسان پیدا ہی اس لیے ہوا ہے کہ وہ عیش وعشرت سے نفرت کرے اور جفاکشی کی زندگی بسر کرے“۔

Man is not born to scorn delight and to live laborious days.

لارڈ ٹینین کہتے ہیں:

”ہم یہاں دل بہلانے یا خیالی پلاؤ پکانے اور رواں دواں ہونے کے لئے نہیں آئے بلکہ ہم نے کام کرنا ہے اور بوجھ اٹھانا ہے اس لیے کہ یہ خدا کا عطیہ ہے“۔

We are not here to play, to dream, to drift, we have work to do and load to lift.

Shun not struggle that is God's Gift.

محنت کا مدار اپنا اپنا ہے۔ کسی کا منشورِ زندگی کھاؤ، پیو اور عیش کرو، کہیں شاعرانہ زندگی کے خواب وخیال کر کٹ

کھیلتے رہیں۔ کہیں عسکری زندگی کی بے جا ہنگامہ خیزیاں، کہیں ہوس اقتدار کی بے چینیاں، کہیں خوشیوں کی کھوکھلی نمائشیں اور کہیں ستاروں اور سیاروں کی طرف بڑھنے کی مہم جوئیاں، جس راہ میں سواروں کی اڑتی گرد دیکھیں زندگی کی سفلہ کاریاں قافلۂ انسانیت کو پریشاں کیے ہوئے ہیں۔ بغداد یہاں سے تھوڑا دور ہے لیکن کسی زمانے میں وہاں ایک خوبصورت عبقری بیٹھا تھا۔ اوائل زندگی میں جوش وخروش نہیں تھا لیکن جنگلوں اور بیابانوں میں اس کے درس حیات کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ سفر ہی سفر، طلب ہی طلب اور محنت ہی محنت، علم کی راہ میں، صدق کی راہ میں، یقین کی راہ میں اور نور ورحمت کی راہ میں۔ وہ ایک شخص تھا یا مہر تابندہ، جس کے وجود میں روشنی ہی روشنی نظر آتی تھی۔ محنت اور فضل کے ملگجے میں عبدالقادر جیلانی الحسنی کی آغوش طلب میں فطرت نے کیا ڈالا ذرا غور سے دیکھیے:

ذراعی من فوق السموت کلها
ومن تحت بطن الحوت امدوت راحتی

''میرے بازوؤں کی لپیٹ میں سارے آسمان ہیں
اور مچھلیاں جہاں رہتی ہیں گویا ثریٰ میں میری
ہتھیلی بچھی ہوئی ہے''

اتنا ہی نہیں شیخ یہ بھی فرماتے:

واعلم نبت الارض کم ھو نبتۃ
واعلم رمل الارض عدا لبرملۃ
واعلم علم اللہ احصی حروفہ
اعلم موج البحر عدا الموجۃ

سیدی وسندی شیخ المعظم کی پرواز پر لوگوں کو اس وقت بڑی حیرانگی ہوتی ہے جب شیخ سفینۂ نوح میں موجود ہوتے ہیں، چاہِ یوسف کا نظارہ کر رہے ہوتے ہیں، ضربِ کلیمی کا راز بن جاتے ہیں، بلاؤں میں ایوب کے ساتھی ہوتے ہیں، عیسیٰ جب بولتے ہیں عبدالقادر بھی ساتھ موجود ہوتے ہیں، اسماعیل کو ذبح کرنے کے لیے گرایا جاتا ہے تو انہیں اپنی جوانی یاد آجاتی ہے۔ دنیا آپ کی باتیں جاننے سے جب عاجز، درماندہ اور واماندہ ہو جاتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

و ما قلت ھذا القول فخراً و انما
اتی الاذن حتی تعرفوا من حقیقتی

''اور میں نے یہ بات فخر سے نہیں کی ہے، مجھے اذن ملا تاکہ تمہیں میری حقیقت کا پتہ چل جائے''

فکر اور سوچ کے گدھ جب یہ بات بھی نہ جان سکے تو آپ نے اپنا راز منکشف کر دیا اور فرمایا:

انا کنت فی العلیا بنور محمد ﷺ
و فی قاب قوسین اجتماع الاحبہ
شربت بکاسات الغرام سلافۃً
بما انتشعت روحی و جسمی و مھجتی

''مقامات عالیہ میں میرا وجود نور محمد ﷺ کی مدد ان کی معیت میں تھا اس لیے کہ قاب قوسین میں حضور ﷺ کے احباب بھی تو آپ کے ساتھ تھے''

اسی مقام پر میں نے پہلا جام محبت نوش کیا جس سے میری روح، جسم اور دل سیر ہو گئے''

وشاؤس ملکی سارہ شرقاً و مغرباً

نصرت لاھل الکربِ غوثاً و رحمۃ

''بخت کی پرواز اور نگاہ کی بلندی کہ میرا ملک مشرق اور مغرب ٹھہرا اور میں اہل کرب کے لیے غوث ٹھہرا لیکن یہ بطفیل رحمت مصطفیٰ ﷺ تھا۔''

(ترجمہ ''نصب اور جر'' کے فنی استعمال کی بنا پر یوں کیا گیا)

ایک عظیم صوفی کا قول ہے دنیا اور آخرت کی بھلائی پانچ میموں سے ہے۔ میم محبت کی، میم محنت کی، میم محمد ﷺ، میم مواسات کی اور میم مراجعت کی۔

ہم محنت کے بعد دنیائے محبت کی طرف بڑھتے ہیں

محبت کیا چیز؟

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''محبت ایک ایسی حالت کا نام ہے جو بندے کے دل میں پیدا ہوتی ہے، جو الفاظ اور عبادات کے ذریعے بیان نہیں کی جا سکتی، بندے میں جب اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے، وہ اللہ کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے، صبر وقرار ختم ہو جاتا ہے، دل پر اللہ کے ملنے کا جذبہ چھا جاتا ہے''۔

ابو عبد اللہ قرشی فرماتے تھے کہ محبت یہ ہے کہ محب اپنا سب کچھ محبوب کو پیش کر دے۔

حضرت ابو علی رود باری فرماتے تھے:

''محبت ہر حال میں محبوب کی موافقت کا نام ہے''۔

حضرت شبلی فرماتے تھے:

''محبوب کے سوا دل سے ہر ایک کو مٹا دینا محبت ہے''۔

دقاق کا قول ہے:

''محبت محبوب سے خوش رہنے کا نام ہے''۔

سیدی وسندی ومولائی عبد القادر جیلانی الحسنی کے نزدیک محبت روشنی ہے جو محبوب میں گم ہو کر نور بن جاتی ہے جس سے سارا جہاں منور ہو جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

فوادٌ بہ شمس المحبۃ طالعٌ

فلیس لنجم العذل فیہ مواقعٌ

''سیدی وسندی کی محبت بگاڑتی نہیں بناتی ہے۔تخریب کی راہوں پرنہیں ڈالتی تعمیر سے نئے نئے جہاں روشن کرتی ہے۔اس میں تاؤ اور الاؤ سے بچانے کی صلاحیت موجود رہتی ہے''۔

حسین بن منصور حلاج جس کا آگ میں جل جانا شہیر ہے۔جنید بغدادی نے تو انہیں قبول ہی نہیں کیا البتہ شبلی کہا کرتے تھے:

انا و الحلاج شئی واحدٌ

فاھلکہٗ عقلہٗ و خلصنی جنونی

لیکن سیدی وسندی عبدالقادر جیلانی الامام کی محبت منزل نواز ہے آپ نے حلاج کے بارے میں ارشاد فرمایا:

عثر الحلاج و لم یکن فی زمانہٖ

من یاخذ بیدہٖ و لو ادرکتہٗ لاخذت بیدہٖ

اور یہ بھی کہ ہمارے ہاں عشق کی کتابیں کھولنے والے علم و اخلاق کو خیر آباد کہہ دیتے ہیں لیکن بغداد کا شہر یار جب محبتوں کی پُرخطر وادیوں کا صحرانورد بنتا ہے تو علم و اخلاق کو فراموش نہیں کرتا بلکہ فرماتا ہے:

تبارکت یا ذالقدرۃ الازلیۃ

فمد نیغی بالفضل منک و نعمۃٍ

و ایدتنی بالعلم و الحلم و التقی

و وقیتنی من کل شر و فتنۃٍ

عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شوق انہیں علم کی راہ ڈالتا ہے اور ان کا علم ان میں حلم اور بردباری پیدا کرتا ہے۔شوق، علم اور حلم کی قدریں معلم کی تلاش کا جذبہ پیدا کرتی ہیں۔یوں سیدی وسندی ومولائی، معلم کائنات کے در دولت میں حاضری دیتے ہیں اور آپ کی توجہ سے تقویٰ کا تحفہ ملتا ہے اور اس طرح آپ قطب اور غوث ہونے کی منزلیں طے کرتے ہیں۔یہاں یہ سچ کھل جاتا ہے کہ مرغی کی طرح آنکھیں موندنے سے قلندر اور غوث نہیں بنا کرتے۔اس منزل کا اگر کوئی سچا مسافر ہو تو اسے سیدی عبدالقادر جیلانی کے اقوال کو نشان منزل بنانا چاہیے۔

آپ فرماتے ہیں:

''تم اکثر یہ کہتے ہو کہ فلاں کو قریب کر دیا گیا اور میں محروم ہو گیا، فلاں کو غنی بنایا گیا اور مجھے محتاج کر دیا گیا، فلاں شخص عافیت سے نوازا گیا اور میں بیمار ہوں، فلاں بزرگ ہوا اور مجھے حقیر کر دیا گیا، فلاں کی مدح ہوئی اور میری مذمت، فلاں کی تصدیق کی گئی اور میری تکذیب، کیا تم جانتے نہیں کہ اللہ اپنی ذات اور صفات میں لاشریک ہے وہ ایک ہے اور دوستی میں بھی وحدت پسند کرتا ہے، وہ دوست اسی کو بناتا ہے جو دوستی میں یگانہ ہو، جب اللہ غیر کے ذریعے اپنے فضل ونعمت سے قریب کرے تو محبت کم ہو جائے گی اور پیار تقسیم ہو جائے گا، اللہ غیور ہے وہ محبت میں کسی دوسرے کا شریک ہونا پسند نہیں فرماتا۔اللہ کا تم پر بڑا احسان رہے گا اگر تم سے اسی کی محبت ظاہر ہوا اور تم ظاہر و باطن میں اللہ ہی کے لیے ہو جاؤ اور خیر و شر صرف اسی کی طرف سے دیکھو، اللہ محبت کا یہ معنیٰ اپنے فضل ہی سے تم پر ظاہر کرے گا''۔

شیخ دنیائے کی محبت میں کبھی خوشبو، کبھی روشنی، کبھی آسمان اور کبھی خود درخشندہ بن جاتے ہیں، وہ زمین پر اپنے بسنے والوں میں ہوں تو اپنی نسبتِ محبت یاد کرتے بھی ہیں اور یاد کرواتے بھی ہیں اور جب ان کی محبت عشق کا رنگ اختیار کر لیتی ہے تو وہ ''باز اشہب'' بن جاتے ہیں۔

آپ کا اپنا ہی ارشاد ہے:

انا بلبل الافراح املا رَوْحَها

طرباً و فی العلیا باز اشهبٖ

''میں سب سے بڑے درخت جس کی شاخوں نے پوری دنیا کو اپنے سائے میں لیا ہو، کا وہ بلبل ہوں جس کے طرب ناک نغمے فرحت بخش ہیں اور درستی و اعلیٰ مقامات کے لیے ہیں، باز اشہب ہوں جس کی پرواز کو کوئی پہنچ نہ پائے''۔

آپ اپنی صحبتِ محبت کا حال خود بیان فرماتے ہیں اور آپ کا یہ شعر بغداد کی زیارت کرنے والے آپ کی جامع مسجد کے مغربی دروازے پر لکھا ہوا بھی پائیں گے:

انا من رجالٍ لا یخاف جلیسهم

ریب الزمان ولا یری ما یرهب

شیخ نے علوم و معارف کی کوئی ایسی قسم نہیں جس کے صحرا میں قدم نہ رکھا ہو لیکن وہ بڑے واشگاف انداز میں اپنی کامیابیوں کا راز محبت اور عشق کو قرار دیتے ہیں، یہی وہ بدی سوز حکمت ہے جس کا راز عام لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا۔

آپ فرماتے ہیں:

قطعت جمیع الحجب للحب صاعداً

و ما زلت ارقی سائراً بمحبتی

ایک مزیدار بات جس کا راز شیخ نے تو کھولا ہے لیکن لوگ عام طور پر بیان نہیں کرتے آپ اپنے مریدوں کو لاخوف کرنے کے لیے فرماتے ہیں:

مریدی ، هم ، و طب و اشطخ و غنی

فافعل ما تشاء فالاسم عالی

شیخ کے حاسدین آپ کے اس دعوے کو جب مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں تو آپ فوراً فرما دیتے ہیں:

و کل فتیً علیٰ قدم و انی

علی قدم النبی بدر الکمالٖ

علیه صلاةُ ربی کل وقتٍ

کتعدادِ الرمال مع الجبالٖ

فیاضی، سخاوت، عظمتِ کردار، ندرتِ فکر، ہمتِ یگانہ، بلندیِ پرواز، رفعتِ نگہ، پاک بازیٔ دل،

وثوقِ مواساۃ اور بارانِ عطا، شیخ ہر میدان کے باز اشہب ہیں لیکن خوبصورت زندگی کے جوراز آپ نے فتوح الغیب کے ایک مقالہ میں ارشاد فرمائے ہیں بڑے کرم کا مینہ برسایا ہے۔ آپ نے دس خصلتیں لکھی ہیں جو علم و ادب اور سلوک وتصوف کے جواہر پارے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

''بندہ کسی صورت میں بھی اللہ کی قسم نہ کھائے سچی، نہ جھوٹی، عمداً نہ سھواً اس لیے کہ ترک حلف سے انوار الٰہیہ کا نزول بند ہوجاتا ہے''۔

دوسری خصلت آپ نے رقم فرمائی:

''بندہ قصداً یا مذاقاً ہر حالت میں جھوٹ بولنے سے بچے اس لیے کہ جھوٹ سے بچنا شرح صدر کی دولت سے نوازتا ہے اور اس سے علم روشن ہوتا ہے''۔

تیسری خصلت آپ لکھتے ہیں:

''کسی سے وعدہ کرتے وقت وعدہ خلافی سے ڈرے یا وعدہ نہ کرے اس لیے کہ جو شخص وعدہ خلافی سے بچتا اور ڈرتا ہے اس کے لیے سخاوت اور حیا کے دروازے کھلتے ہیں''۔

چوتھی خصلت بیان فرمائی:

''مخلوق میں سے کسی پر بھی لعنت نہ کرے اور ذرّہ بھر کسی کو ایذیت نہ دے اس خصلت کے پیدا کرنے سے انجام بخیر ہوگا۔ دنیا میں آفات سے اللہ بچائے گا اور اللہ اپنا قرب عطا فرمائے گا''۔

پانچویں خصلت ہے:

''بندہ مخلوق میں سے کسی کے لیے بد دعا نہ کرے اگرچہ کسی نے اس پر ظلم نہ کیا ہو اور زبان سے بھی کسی سے قطع تعلق نہ کرے اس سے قریب و بعید تمام مخلوق میں اس کی مقبولیت پیدا ہوگی اور وہ مستجاب الدعوات بن جائے گا''۔

چھٹی خصلت آپ نے ارشاد فرمائی:

''اہل قبلہ میں سے کسی پر یقین کے ساتھ کفر، شرک اور منافقت کی گواہی نہ دے یہ درجہ علیا کے حصول کا سبب ہے یہ خصلت اللہ تک رسائی کے لیے بڑا دروازہ کھول دیتی ہے''۔

ساتویں خصلت یہ ہے کہ:

''بندہ اپنے ظاہر اور باطن کو گناہوں کی طرف میلان سے بچائے اور اپنے اعضاء کو گناہوں سے روکے، حصول ثواب میں اس سے زیادہ کوئی چیز کارگر نہیں''۔

آٹھویں خصلت آپ نے یہ بیان فرمائی:

''کسی آدمی پر کم یا زیادہ بوجھ ڈالنے سے گریز کرے بلکہ اپنا بوجھ تمام مخلوق سے اٹھالے۔ اللہ والوں کی عزت کمال یہی ہے، اس سے آوازِ حق اور دعوتِ صدق میں اثر اور کشش پیدا ہوگی۔ یہ اخلاص تک پہنچنے کا بہترین

راستہ ہے"۔

آپ فرماتے ہیں نویں خصلت یہ ہے:

"لوگوں سے حرص وطمع کو ختم کردے، یہ ان لوگوں کی نشانی ہے جو سب سے رشتہ توڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں"۔

دسویں خصلت تواضع ہے:

"یہ چیز عنداللہ اور عندالناس، عزت میں اضافہ کرتی ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ جس سے ملو اس کو خود سے بڑا جانو"۔

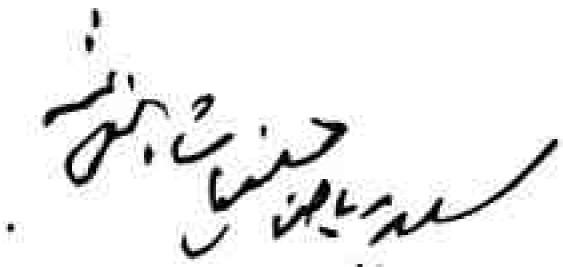

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید وفرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز ومعانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۃ النساء کی آیت نمبر 28 تا 33 سپر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ
ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا
اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَ كَانَ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا
تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ
مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ
بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ
وَ سْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ
عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ
وَ الْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ
نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

''اللہ تم سے تمہارے بوجھ ہلکے کرنا چاہتا ہے اس لیے کہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے، اے ایمان والو! تم اپنے مالوں کو آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو تباہ مت کرو، بے شک اللہ تم پر بے حد مہربان ہے اور جو زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو زیادہ دور نہیں ہم اسے آگ میں ڈالیں گے اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے اور اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے رہے جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تم سے تمہاری برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والے مقام میں داخل کریں گے اور تمنا نہ کرو اس کی جس سے اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی، مردوں کے لیے حصہ ہے اس سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو، بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اور ہم نے سب کے لیے وارث بنادیے ہیں اس مال میں جو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ جائیں اور وہ لوگ جن سے تمہارے پیمان بندھ چکے ہیں انہیں ان کا حصہ دو، بے شک اللہ ہر چیز کو کھلا دیکھنے والا ہے''۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

''اللہ تم سے تمہارے بوجھ ہلکے کرنا چاہتا ہے اس لیے کہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے''۔

یہ آیت بنیادی طور پر کنیزوں سے نکاح کے حکم پر حکیمانہ بحث کرتی ہے کہ یہ حکم آسانی اور کشادگی کے لیے تھا، کیوں کہ انسان اصولی طور پر ایک کمزور مخلوق ہے ممکن ہے اس پر شہوانی خیالات کا طوفان یلغار کر دے تو اس کے پاس اپنے دفاع کے لیے زیادہ سے زیادہ ذرائع ہوں جہاں وہ اپنی چاہتوں کی جائز راستے سے تسکین تلاش کر سکے اور وہ اپنے آپ کو غلط راستوں سے محفوظ رکھ سکے۔ مجاہد اور مقاتل کا یہی اندازِ فکر ہے۔ دوسرا قول احکام میں تسہیل کا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (71):

''میں تمہارے پاس آسان اور درگزر کرنے والی تعلیمات اور دین لے کر آیا ہوں''۔

انسان کے ضعیف اور کمزور پیدا کیے جانے پر علامہ آلوسی نے پانچ اقوال نقل کیے ہیں (72):

- پہلا قول یہ ہے کہ انسان اپنی تخلیق ہی میں کمزور رکھا گیا ہے کیونکہ وہ کمزور اور مخلوط پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔
- دوسرا قول یہ ہے کہ انسان خواہشات کی طرف تکمیل کے لیے عجلت کرنے کے لحاظ سے کمزور واقع ہوا ہے۔
- تیسرا قول یہ ہے کہ انسان عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا اس لحاظ سے یہ کمزور واقع ہوا ہے۔
- چوتھا قول یہ ہے کہ وہ اطاعت کی مشقت اٹھانے میں ضعیف ہے۔
- اور پانچواں قول یہ ہے کہ انسان کی رائے ضعیف واقع ہوئی ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (73):

''انسان کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ جسمانی طور پر کمزور واقع ہوا ہے''۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ

تِجَارَۃً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡکُمۡ ۟ وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمۡ رَحِیۡمًا ﴿۲۹﴾

''اے ایمان والو! تم اپنے مالوں کو آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ اِلَّا یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو تباہ مت کرو، بے شک اللہ تم پر بے حد مہربان ہے''۔

باطل کیا ہوتا ہے؟

''بَطَلَ'' اگر باب ''نَصَرَ'' سے ہو تو اس صورت میں ''بُطُوْل، بُطْلًا اور بُطْلَانً'' کا معنیٰ فاسد ہونا ہوتا ہے، بے کار ہونا اور ناپائیدار ہونا بھی اس کے معانی آتے ہیں اور اگر یہ لفظ باب ''کَرُمَ'' سے ہو تو پھر ''بطالت'' کا معنیٰ دلیر ہونا اور بہادر ہونا ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ مادہ زائل ہونے اور مٹ جانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور بے کار اور عبث ہونے کے معنوں میں زیرِ تفسیر آیت نے یہ لفظ استعمال کیا ہے آیت نے ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کو باطل قرار دیا ہے (74)۔

تعبیر آیت کا عملی تقاضا

مناکحات کے بعد اقتصادی اور معاشی معاملات میں یہ آیت ٹھوس بنیاد فراہم کر رہی ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک امورِ مالیہ میں اس آیت کی ایک خاص اور منفرد اہمیت ہے۔ ایمان والوں کو مخاطب کر کے کہا یہ جا رہا ہے کہ ایک دوسرے کے اموال کو غلط، ناجائز اور باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ دوسروں کے اموال میں ہر قسم کا تصرف جو عقلی، منطقی اور شرعی جواز کے بغیر ہو اسے ممنوع قرار دے دیا گیا (75)۔ لفظ ''باطل'' عملی زندگی کو حسین بنانے کے لیے ہے اس لیے کہ باطل حق کے مقابلے میں ہے اور ہر وہ چیز جو بری ہو، بے مقصد ہو اور بے بنیاد ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ مومنوں کو سمجھایا جا رہا ہے تم حق کے پرچم بردار ہو تمہیں اپنی زندگیوں کو باطل سے بچا کر حق ہی کے حسن سے آراستہ کرنا چاہیے۔ معاش میں زیادتیاں، دھوکے، فریب، سودی لین دین اور قمار بازیاں اور بد دیانتیاں مومنانہ زندگی کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتیں۔ آیت میں یہ معنیٰ بھی موجود ہے کہ تم اپنے حلال مال حرام کاموں میں خرچ نہ کرو (76)۔

تجارت کا مفہوم

مال کا مال سے تبادلہ جس میں مقصود نفع ہو، زبانی الفاظ سے ہو یا صرف لین دین سے تجارت کہلاتا ہے (77)۔

راغب نے لکھا کہ نفع کمانے کے لیے راس المال کو کاروبار میں لگا دینا تجارت ہوتا ہے (78)۔

محیط نے لکھا کہ وہ مال بھی تجارت کہلاتا ہے جس سے کاروبار کیا جائے (79)۔

مجاز میں جا کر کسی معاملہ میں مہارت اور ہوشیاری بھی تجارت ہوتی ہے (80)۔

حاذق اور ماہر شخص کو بھی تاجر کہہ دیتے ہیں (81)۔

آیت یہ کہہ کر تربیت کرتی ہے کہ ایک دوسرے کے اموال باطل طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ باہمی رضامندی سے جو طے پائے۔ رضامندی بھی شرعی قانون کو توڑ کر عمل میں نہیں لائی جا سکتی اس کے مسلّمہ اصول ہیں ان کا ہر حال میں خیال رکھنا ضروری ہے۔

تجارت اور شارع علیہ السلام کے اقوال

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (82):

''بے شک خرید و فروخت درست وہی ہے جس میں رضامندی پائی جائے''۔

رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں (83):

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا

یا رسول اللہ! کسب کون سا پاکیزہ ہے؟

آپ نے فرمایا:

''انسان جو اپنے ہاتھ سے کمائے اور ہر تجارت جو جائز طریقے سے ہو''۔

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (84):

''کوئی ایک بھی ہرگز بہتر روزی نہیں کھاتا جب تک وہ اپنے ہاتھوں کے کسب سے نہ کھائے۔ بے شک اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی ہی سے کھاتے تھے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تاجر میں جب چار خصلتیں پائی جائیں تو اس کی کمائی پاکیزہ ہو جاتی ہے (85):

- جب وہ خرید چکے تو اس کی مذمت بیان نہ کرے
- اور جب بیچنا چاہے تو اس کی مدح نہ کرے
- بیع میں ملاوٹ اور جھوٹ سے کام نہ لے
- اور خرید و فروخت میں قسمیں نہ اٹھائے

ایک اور حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (86):

''قیامت کے دن تاجر فاجر اٹھائے جائیں گے سوائے ان کے جنہوں نے تقویٰ قائم رکھا، صاف ستھری تجارت کی اور سچ بولا''۔

مستدرک کی حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (87):

''سچا، امانت دار اور مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ اٹھے گا''۔

صفوان کی مرفوع حدیث ہے کہ بے شک اللہ کی مدد صالح تاجروں کے ساتھ رکھی گئی ہے (88)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق سچا تاجر قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوگا (89)۔

اور خودکشی نہ کرو

آیۂ کریمہ کا اگلا حصہ قتلِ نفس کی ممانعت کے حکم پر مشتمل ہے۔ اسلوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے کہ یہ خودکشی سے ممانعت کا حکم ہے، البتہ تجارت والی آیت میں یہ جملہ لانا کہ باہم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو ایک اجتماعی نکتے کی طرف اشارہ ضرور کرتا ہے کہ لوگوں کے مالی اور اقتصادی مسائل اگر صحیح طریقے سے سرانجام نہ دیے جائیں تو بے اعتدالیاں اجتماعی خودکشی کے قائم مقام ہو کر رہ جاتی ہیں۔ جہاں ایک دوسرے کے اموال میں بے جا تصرفات کی آگ لگ جائے معاشرہ خود جل کر بھسم ہو جاتا ہے، گویا سماج ایک قسم کی خودکشی کا ارتکاب کر لیتا ہے۔

آیت کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں شفقتوں اور رحمتوں کا حوالہ دیا کہ اللہ تم پر مہربان ہے اس لیے روحانی حوادث کی خبریں دے رہا ہے۔ لوگ آگاہی کے اس مربوط، عظیم اور فضیلت مآب نظام سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے اللہ کی مہربانیوں کو پیٹھ دے دی۔

وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ عُدۡوَانًا وَّ ظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِیۡہِ نَارًا ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا ﴿۳۰﴾

''اور جو زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو زیادہ دور نہیں ہم اسے آگ میں ڈالیں گے اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے''۔

عدوان اور ظلم کی بحث

علامہ بیضاوی انوار التنزیل میں لکھتے ہیں (90):

''عدوان'' کا معنیٰ ہوتا ہے حق سے بہت زیادہ تجاوز کرنا اور ''ظلم'' کا معنیٰ ہوتا ہے ایسا کام کرنا جو ناحق ہو۔ ''ذٰلِکَ'' کا اشارہ ان تمام حرام کاموں کی طرف ہے جن کا بیان اس سورت میں ہوا ہے اور عدوان اور ظلم میں یہ فرق بھی بیان کیا گیا ہے کہ عدوان دوسروں پر تجاوز کرنا ہوتا ہے اور ظلم اپنے آپ پر زیادتی کرنا ہوتا ہے۔ مفہوم جملہ یہ ہو گا کہ جو شخص دوسروں پر زیادتی کر کے حرام کام کرنے والا ہو اور خود کو گناہوں میں مبتلا کرنے والا ہو اسے ہم آگ میں جھونک دیں گے''۔

''وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ'' کا اشارہ کس طرف ہے؟

علامہ فخر الدین رازی نے اس میں تین اقوال نقل کیے ہیں (91):

- پہلا قول عطا کا ہے کہ یہ محترم نفس کے قتل کے ساتھ خاص ہے۔ ضمیر کا مرجع اقرب اسی صورت میں ہوگا۔
- دوسرا قول زجاج کا ہے یہ ''قتل نفس'' اور باطل طریقہ سے مال کھانے کی طرف اشارہ ہے۔
- اور تیسرا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے کہ یہ ان تمام احکام کی طرف اشارہ ہے جن کی ممانعت اس سورت کے اس مقام تک بیان ہوئی۔

آیت کے آخر میں کہا گیا کہ گناہوں پر عذاب دیتے ہوئے جہنم میں جھونک دینا اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں، اللہ کی راہ میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں (92):

''یہ بات قابل تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کام کو منسوب کر کے آسان یا مشکل کہنا ممکن نہیں لیکن یہ اسلوب اصل میں ہماری نسبت سے ہے، مطلب یہ ہے کہ اے میرے بندو! اسے تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کی قدرت حاصل ہے اس لیے کوئی انسان اس کی پکڑ سے بھاگ نہیں سکتا۔ اس نقطۂ نظر سے یہ کہا گیا کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں بلکہ آسان ہے''۔

واللہ اعلم

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡہَوۡنَ عَنۡہُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَ نُدۡخِلۡکُمۡ مُّدۡخَلًا کَرِیۡمًا ﴿۳۱﴾

''اور اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے رہے جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تم سے تمہاری برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والے مقام میں داخل کریں گے''۔

آیت کا ماقبل سے ربط

اس سے پہلی آیت میں گناہوں اور زیادتیوں پر گرفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب اس آیت میں اس کی تفصیل ذکر کی جا رہی ہے کہ گناہوں پر مواخذہ کب ہوتا ہے اور ان کی معافی کی صورتیں کیا ہوتی ہیں؟

- پہلی آیت میں ظلم اور زیادتی کو ذلت نفسی کا سبب بنا کر بیان کیا گیا ہے اب اس آیت میں نفوس کو پاکیزہ کرنے کا عمل بتایا جا رہا ہے۔
- پہلی آیت میں آتش جہنم میں پہنچنے والے امور بتائے گئے اب ''مُّدۡخَلًا کَرِیۡمًا'' عزت والی جگہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

کبائر سے اجتناب

''کبائر، کبیرہ'' کی جمع ہے۔ قرآن مجید میں اس کے تین مقامات ہیں: پہلی جگہ تو یہی آیت جہاں کہا جا رہا ہے کہ اگر تم کبائر سے بچنے کے لیے کوشاں ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ چمٹی ہوئی برائیاں تم سے دور کر دیں گے۔ سورۂ کہف میں کبیرہ کے مقابلے میں صغیرہ کا ذکر ہے اور سمجھایا یہ گیا ہے کہ نامۂ اعمال نے بڑے اور چھوٹے گناہوں کو گن رکھا ہے، کوئی چیز حساب سے باہر نہیں اور سورۂ نجم میں صغیرہ گناہ کے لیے ''لَمَمَ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ چھوٹے اور کم اہمیت والے کام کو ''لَمَمَ'' کہہ دیتے ہیں۔

ابن قیم جوزی نے ''الداو الدوا'' کے اندر لکھا (93):

''جب دو گناہوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے جس پر ممانعت زیادہ شدید ہو وہ کبیرہ ہے اور جس پر ممانعت خفیف ہو وہ صغیرہ ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کبیرہ ہر وہ گناہ ہے جس پر اللہ نے آگ یا غضب یا لعنت یا عذاب کا ذکر کیا ہے کہ ان گناہوں پر یقیناً وہ ان وعیدوں کا مستحق ہوتا ہے'' (94)۔

تفسیر بیضاوی میں ہے (95):

''کبیرہ کی تعریف میں سمجھ سے قریب قول یہی ہے کہ وہ گناہ جن پر اللہ نے حد کو مرتب کیا ہے یا جن پر اللہ نے وعید کا ذکر کیا ہے''۔

ابن کثیر نے ایک حدیث کی مدد سے یہ سات گناہ کبائر لکھے ہیں (96):

1۔ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا
2۔ ناحق قتل کرنا
3۔ جادو کرنا
4۔ سود کھانا
5۔ یتیم کا مال کھانا
6۔ جنگ کے دن پیٹھ دے کر بھاگنا
7۔ اور پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا

ایک حدیث میں والدین کی نافرمانی کو بھی کبیرہ گناہ کہا گیا ہے (97)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق جھوٹی گواہی کو بھی کبیرہ گناہ کہا گیا ہے (98)۔

تفسیر طبری میں ہے (99):

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سات سے لے کر سات سو تک کبائر ہیں البتہ سات ان میں سے زیادہ واقع ہوتے ہیں، ہاں کبیرہ کے بعد توبہ کرنے سے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا اور صغیرہ پر اصرار کرنے سے صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا''۔

''مُّدْخَلًا کَرِیْمًا'' کا معنی

اگر ''مُّدْخَلًا'' میں میم کو مصدر میمی مانا جائے تو مفہوم آیت یہ ہوگا کہ ہم تمہیں ایک خوبصورت اور اچھے مقام میں داخل کریں گے اور یہ داخل کرنا باعزت ہوگا (100)۔

دوسری صورت یہ ہوگی کہ مفہوم بنے گا کہ ہم تمہیں حسین جنت میں داخل کریں گے جب کہ وہ مقام ''مقام عزت'' ہوگا۔ اس صورت میں ''مدخل'' ظرف مکان ہوگا اور ترکیب میں مفعول بہ واقع ہوگا (101)۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿٣٢﴾

''اور تمنا نہ کرو اس کی جس سے اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی، مردوں کے لیے حصہ ہے اس سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو، بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

شانِ نزول

علامہ رشید رضا لکھتے ہیں (102):

''جب میراث کی آیت نازل ہوئی اور اس میں عورتوں کا حصہ مردوں کی نسبت کم رکھا گیا اور مردوں کا حصہ دوگنا معین ہوا۔ بعض مردوں نے تمنا ظاہر کی کہ کاش! بروز آخرت بھی ایسا ہی ہو۔ عورتیں آرزو کرنے لگیں کاش! عورتوں کی سزا بھی آدھی ہو جائے اس پر آیت مذکورہ کا نزول ہوا''۔

شان نزول میں دوسری روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رقم کی گئی،

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (103):

''میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرد جہاد کرتے ہیں اور عورتیں جہاد نہیں کرتیں اور میراث ہمیں نصف ملتی ہے۔ در پردہ اشارہ اس طرف مقصود تھا کہ میراث ہمیں زیادہ ملنی چاہیے اس لیے کہ ہم کمزور مخلوق ہیں''۔

آیۂ کریمہ عجالۂ فہم وذکا ہے۔ بات عام ذہن سے تھوڑی دور پڑ رہی تھی کہ میراث کے حصے کماحقہ تسلیم کر لیے جائیں۔ کچھ لوگ نسوانیت کو پیس دینے کی خواہش رکھتے تھے۔ ان کے لیے عورت کو کچھ بھی دینا عقل کے منافی تھا اور کچھ لوگوں کو مردوں کی نسبت عورتوں کے لیے ایک گنا ہونا ناقابل ہضم بنا ہوا تھا۔ آیت نے سمجھایا کہ امورِ زندگی کا بوجھ زیادہ تر مردوں کے کندھوں پر ہوتا ہے اور عورتوں کو اس سے مستثنیٰ سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی کہ عورتوں کے اخراجات بھی عام طور پر مردوں ہی کو دینے پڑتے ہیں۔ عورتیں تعامل زندگی میں بھی نصف ہوتی ہیں اس لیے میراث میں بھی انہیں آدھا ملتا ہے۔ آیت نے سمجھایا تم تمناؤں کے کاغذی گھوڑوں پر نہ بیٹھو بلکہ فضیلتوں کے اس نظام کو سمجھو جو اللہ نے بعض کے لیے بعض پر استوار فرمایا ہے۔ خلقت، جنسیت، صنفیت اور جسمانی صفات کے حوالے سے مردوں اور عورتوں میں جو فرق ہے اسے سمجھ لو۔

کیا اکتساب کے دائرے اپنے اپنے ہیں؟

سعی اور کوشش کے لحاظ سے مردوں اور عورتوں کا اپنا اپنا دائرہ ہے۔ ہر ایک زندگی کی دوڑ میں اکتساب کے پھل سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ ہر ایک کے لیے وہ ہے جو وہ کمائے۔ میراث میں حصوں کا تعین قرب، ضرورت اور جنسیت کے ضوابط پر ہوتا ہے جبکہ زندگی میں اکتساب صلاحیت اور کوشش کے ضابطہ پر ہوتا ہے۔ اکتساب کے لفظ میں وسعت ہے۔ اختیاری مساعی اور طبعی حیثیات ہر ایک کی اہمیت ہے۔

تمنا کیا ہے؟

تفسیر خازن میں ہے (104):

''تمنا کرنا کسی چیز کی خواہش کرنا اور ارادہ کرنا ہوتا ہے، فلاں مرغوب چیز مجھے مل جائے تمنا ہے۔ اپنے نفس سے بات کرنا کہ یہ کام ہو جائے گا یا نہیں ہوگا، یہ بھی تمنا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ تمنا کرنا اپنے جی میں ایک قسم کا اندازہ لگانا بھی ہوتا ہے۔ یہ چیز کبھی تخمینہ اور ظن سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے''۔

تمنا کی دو قسمیں ہیں:

- ایک میں تو کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے کہ مجھے مل جائے اور فلاں اس سے محروم ہو جائے، یہ حسد ہے اور بُری چیز ہے۔
- دوسرا غبطہ ہے کہ خود تو حاصل کرنے کی خواہش ہو لیکن دوسرے کو محروم کرنا مقصود نہ ہو اس کو رشک بھی کہتے ہیں۔

اللہ سے فضل مانگو

ابن ماجہ کی حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (105):

''جس نے اللہ سے نہ مانگا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے''۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (106):

''اللہ سے اس کا فضل مانگو، یہ عبادت ہے یہ کوئی دنیوی معاملہ نہیں''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (107):

''اپنے پروردگار سے مانگو یہاں تک کہ سیر ہو جاؤ۔ اگر اللہ کسی کام میں آسانی پیدا نہ فرمائے تو آسانی کبھی نہ ملے''۔

رازی لکھتے ہیں کہ اللہ سے معین کر کے کوئی چیز نہ مانگی جائے بلکہ اللہ سے اس کا فضل مانگا جائے (108)۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿٣٣﴾

''اور ہم نے سب کے لیے وارث بنا دیے ہیں اس مال میں جو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ جائیں اور وہ لوگ جن سے تمہارے پیمان بندھ چکے ہیں انہیں ان کا حصہ دو، بے شک اللہ ہر چیز کو کھلا دیکھنے والا ہے''۔

آیت کی تفسیر میں چار چیزیں زیر غور لائی جا سکتی ہیں:

- پہلی : موالی کی بحث
- دوسری : ترکہ اور میراث کا حکم
- تیسری : معاہدوں کی حیثیت اور آیت کا حکم
- چوتھی : شہید ہونے کا مفہوم

ترتیب سے چاروں کی تفصیل رقم کی جاتی ہے:

''مَوَالِیَ'' کی بحث

''مَوَالِیَ'' مولیٰ کی جمع ہے اس میں معانی کی مشارکت لفظ کی شہامت پر دلالت

کرتی ہے(109)۔

پہلا معنیٰ

"مولی" کا معنیٰ مُعتِق ہوتا ہے۔ غلامی سے آزادی کی طرف لاکر نعمت سے نوازتا ہے۔ یہ ایک قسم کا مولائے نعمت ہوتا ہے۔

دوسرا معنیٰ

آزاد کردہ غلام کو بھی "مولی" کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ آزاد کر کے اسے نعمتوں کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔

تیسرا معنیٰ

حلیف، حلف میں شریک شخص کو بھی "مولی" کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ معاہدہ سے وہ شخص "ولی الامر" ہوجاتا ہے۔

چوتھا معنیٰ

چچا کے بیٹے کو بھی "مولا" کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ قرابت داری اس کو ولایت کی رسی پکڑا دیتی ہے۔

پانچواں معنیٰ

"مولی" ولی کے معنیٰ میں ہوتو مفہوم ہوتا ہے دوست اور مددگار۔

چھٹا معنیٰ

"مَوَالِیَ" عصبات کو کہہ دیتے ہیں، وہ رشتہ دار جو میراث اور ترکہ پانے والے ہوں۔

آیت میں مفسرین نے لکھا کہ "مولی" کا معنیٰ عصبہ ہی لیا گیا ہے۔

ساتواں معنیٰ

ایسی دوستی جو اختیار اور قدرت قائم کردے، بے تکلف دوستی میں بندہ مدد بھی کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس کا میں مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی ہیں"۔

آٹھواں معنیٰ

"مولی" بمعنیٰ والی بھی ہے، اقتدار رکھنے والا مالک، مولی ہوتا ہے۔

نواں معنیٰ

"ولی" ہی سے مولی ہے۔ اس کا معنیٰ قریب ہونا اور قرب رکھنا ہوتا ہے۔ قرابت داری ہی کی وجہ سے وراثت ثابت ہوتی ہے۔

دوسری بحث

یہاں بحث کو دوبارہ ترکہ اور میراث کی طرف پھیرا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم نے مردوں اور عورتوں میں سے ہر ایک کے لیے وارث بنائے ہیں۔ جو کچھ والدین اور نزدیکی رشتہ دار چھوڑ جائیں تو وہ کچھ خاص رہنمائی میں ان میں تقسیم ہوگا۔ مفسر کے فہم کے مطابق یہ جملہ ان احکام کا خلاصہ ہے جو گزشتہ آیتوں میں اقربا اور نزدیکیوں کے بارے میں بیان ہوئے۔

تیسری بحث

آیت کی تیسری بحث ان لوگوں کا حصہ بیان کرنا ہے جن سے عہد و پیمان باندھا گیا ہو، کہا جارہا ہے کہ ان کا حصہ بھی دے دو۔ آیت میں پیمان کو عقدِ یمین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس اصطلاح کا لغوی معنیٰ دائیں ہاتھ سے گرہ باندھنا ہوتا ہے۔ پیمان باندھنا بھی ایک قسم کی گرہ باندھنا ہوتا ہے "عَقَدَتْ اَیۡمَانُکُمۡ" وہ گرہ جو تمہارے ہاتھ باندھ دے پیمان ہی کے لیے خوبصورت مجاز ہوگا۔ تفسیر کبیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ عرب عام طور پر معاہدے کرتے تو ہاتھ میں ہاتھ لے کر عقد باندھتے، یہ ایک قسم کا عقد پختہ کرنے کا عزم ہوتا۔

"یمین" کا معنیٰ قسم بھی ہوتا ہے۔ مفہوم آیت یہ ہوگا کہ وہ معاہدہ جو تم قسموں سے پختہ کر لیتے ہو۔ آیت کے اس حصہ کو سمجھنے کے لیے یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ مفسرین کی دو آرائیں ہیں: بعض اسے منسوخ تصور کرتے ہیں اور بعض آیت کے حکم کو محکم جانتے ہیں یعنی منسوخ نہیں سمجھتے (110)۔

اس سلسلہ میں خوبصورت بحث تفسیر بیضاوی اور مظہری کی ہے:

"امام بیضاوی فرماتے ہیں: جو عقد موالات کا موالی باندھ لیں تو عقد کے مطابق ان کی ادائیگی ہونی چاہیے"۔

مولیٰ دو قسم کا ہوتا ہے: ایک مولیٰ اَسفل ہوتا ہے اور ایک مولیٰ اعلیٰ ہوتا ہے۔ اَسفل وہ غلام ہوتا ہے جسے آزاد کردیا جائے اور آزاد کرنے والے کو مولی اعلیٰ کہتے ہیں (111)۔

شیخ زادہ وغیرہ نے دوسرا مطلب یہ لیا کہ زوج اور زوجہ کے درمیان جو عقد نکاح باندھا جاتا ہے، اس وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث بن گئے ہیں، اس لیے قرآن کہہ رہا ہے کہ ان کے حقوق میراث ادا کرو۔ ترتیب میں بات یوں ہوگی کہ والدین اور اقرباء کے ساتھ زوج اور زوجہ کی میراث بھی تاکیداً بیان کردی گئی۔

آیت کا حکم منسوخ سمجھنے والوں نے کہا ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام کا ہے کہ عرب جب قسم اٹھا کر ایک دوسرے کے حلیف بن جاتے کہ ہم تمہاری امداد کریں گے اس وقت ورثاء کی موجودگی میں بھی حلیف چھٹے حصہ کا ترکہ میں حقدار سمجھا جاتا۔ قائلین نسخ نے لکھا کہ "وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ" والی آیت نے اسے منسوخ کردیا (112)۔

ابن کثیر اور صابونی وغیرہ نے اسے وصیت کے حکم میں قائم رکھنے کا عندیہ دیا ہے (113)۔

طبری وغیرہ نے بھی اسے مواساۃ کی نصیحت ہی سمجھی ہے۔ اسے وراثت کے قانون کے ساتھ نہیں جوڑا (114)۔

چوتھی بحث

قرآن مجید میں جب بھی اللہ کی صفات بیان کرتے ہوئے لفظ "کَانَ" استعمال ہو تو یہ "کَانَ" دائمہ کہلاتا ہے۔ اس میں انقطاع نہیں ہوتا اور "شَہِیۡدًا" کبھی شاہد کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی مشاہد کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

- پہلی صورت میں "شَہِیۡدًا" گواہ کے معنوں میں استعمال ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت تمام لوگوں کے اعمال کا گواہ ہوگا۔
- دوسری صورت میں مشاہدہ کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اس لیے وہ اعمال میں سے جزئیات اور کلیات سب کا جاننے والا ہے۔

رازی لکھتے ہیں کہ ایک صورت کے مطابق عالم ہونے کا معنیٰ اور دوسری صورت میں مخبر ہونے کا مفہوم اُجاگر ہوتا ہے (A-114)۔

حوالہ جات

(71) تفسیر کبیر: رازی ایضاً خازن ایضاً مظہری ایضاً زاد المسیر

(72) روح المعانی: آلوسی

(73) تفسیرات حسن بصری: ڈاکٹر شیر علی اکوڑوی ایضاً زادالمسیر

(74) تاج العروس: زبیدی حنفی ایضاً لسان العرب ایضاً مصباح المنیر ایضاً احکام القرآن جصاص رازی ایضاً تفسیر کبیر ایضاً قرطبی ایضاً خازن ایضاً مدارک التنزیل ایضاً ملا جیون

(75) تفسیر نمونہ: قلم کاروں کی ایک جماعت

(76) تفسیر خازن: علی بن محمد خازن شافعی ایضاً تفسیر مظہری ایضاً تفسیر صاوی ایضاً سیوطی

(77) احکام القرآن: جصاص رازی ایضاً قرطبی ایضاً مظہری ایضاً ابن عربی

(78) المفردات: راغب اصفہانی

(79) لسان العرب: ابن منظور ایضاً محیط

(80) تاج العروس: زبیدی حنفی

(81) تاج العروس: زبیدی حنفی

(82) نجوم الفرقان: بھترالوی

(83) نجوم الفرقان: بھترالوی

(84) الجامع الصحیح: محمد بن اسماعیل بخاری کتاب البیع

(85) تفسیر مظہری: پانی پتی

(86) احکام القرآن: جلال الدین قادری ایضاً مظہری

(87) تفسیر مظہری: پانی پتی

(88) نجوم الفرقان: بھترالوی

(89) تفسیر مظہری: ثناء اللہ پانی پتی

(90) انوار التنزیل: بیضاوی، خانزادہ ایضاً قونوی

(91) تفسیر کبیر: رازی

(92) مفاتیح الغیب: فخر الدین رازی

(93) الداوالدوا: ابن قیم جوزی ص:175 عربی

(94) تفسیر مظہری: پانی پتی

(95) انوار التنزیل: بیضاوی

(96) تفسیر القرآن: ابن کثیر

(97) تفسیر مظہری: پانی پتی

(98) تفسیر القرآن: ابن کثیر

(99) تفسیر طبری: ابن جریر

(100) تفسیر القرآن: مظہری

(101) تفسیر مظہری: پانی پتی

(102) تفسیر المنار: رشید رضا ایضاً آلوسی و مظہری

(103) تفسیر مظہری: پانی پتی ایضاً آلوسی ایضاً خازن، بنا رازی ایضاً شیخ زادہ ایضاً مجمع البیان

(104) تفسیر خازن: علامہ علی

(105) الجامع: قرطبی ایضاً نجوم ایضاً جامع

(106) مظہری: پانی پتی

(107) نجوم الفرقان: بھترالوی

(108) تفسیر کبیر: فخر رازی

(109) انوار التنزیل: بیضاوی، ایضاً شیخ زادہ ایضاً قونوی

(110) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

(111) تفسیر بیضاوی: بیضاوی

(112) حاشیہ بیضاوی: شیخ زادہ

(113) تفسیر القرآن: ابن کثیر ایضاً صابونی

(114) جامع البیان: ابن جریر

(114-A) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی

غریب لوگ بہت ہوتے ہیں لیکن اپنی غریبی کی عزت بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ فقر غیور زندگی کا نور ہوتا ہے۔ فقیر جس طرح ''ذکر اللہ'' سے دل پاک رکھتا ہے اسی طرح رزق حلال کی جستجو سے پیٹ پاک رکھتا ہے۔ فقر ''وقار'' سے رہنے کا نام ہے۔ درویش کا پیٹ بھوکا ہوسکتا ہے لیکن آنکھ بھوکی نہیں ہوتی۔ قناعت کے رنگ صرف فقر کے گلوں میں بھرے دیکھے جاسکتے ہیں۔ ''فقیر خدا مست محنتی ہوتا ہے جفاکش ہوتا ہے سخت کیش ہوتا ہے۔ وہ سستیوں کا مجاور نہیں ہوتا، بلاشبہ وہ لبادہ پیوند گیر میں ملبوس ہوتا ہے لیکن وہ اپنی دریدہ گدڑی کی توہین نہیں کرتا۔ حسن سیرت کی قوس قزح اس کی زندگی کے آسمان پر رنگ بکھیرتی رہتی ہے۔

سنابلِ نور سے ایک اقتباس | منجانب: ڈاکٹر محمد سلیم، شیخوپورہ

اولیاء اللہ

حافظ سخی احمد خان

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِنَّ اللهَ قَالَ : مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ ذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِينَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ''

(صحیح بخاری، کتاب الرقائق، باب التواضع)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ عبادتوں سے میرا اقرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں، پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردّد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے، وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے''۔

ربیع الثانی حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی نسبتوں کا مہینہ ہے۔ اسی مناسبت سے صحیح بخاری کی درج بالا حدیث شریف کی تفہیم کی سعی و کوشش کرتے ہیں۔ ابن جوزی ''کشف المشکل من حدیث الصحیحین'' میں فرماتے ہیں کہ اس فرمان رسول پاک ﷺ میں سات مشکل مقامات ہیں:

1۔ اولیاء سے عداوت

کوئی ذی شعور شخص اللہ کے ولی سے دشمنی کیسے کر سکتا ہے جبکہ وہ دنیا کی لذتوں سے کنارہ کش ہو چکے ہوتے ہیں اور مخلوق سے غرض و مطلب کا تعلق بھی ترک کر چکے ہوتے ہیں جبکہ دشمنی و عداوت کا تعلق تو انہی عوارض سے ہوتا ہے۔ جواب میں کہتے ہیں کہ اولیاء سے عداوت چار وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے۔ پہلی وجہ تو جھوٹی عصبیت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے رافضی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دشمنی رکھتے ہیں اور دوسری وجہ مذہبی نظریات سے اختلاف ہوتی ہے جیسا کہ اہل بدعت امام احمد بن حنبل سے عداوت و بغض رکھتے ہیں اور تیسری وجہ تکبر ہے کہ دنیادار فقراء کو حقیر جانتے ہیں جیسا کہ بعض جاہل حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سمجھتے تھے اور چوتھی وجہ لین دین کے معاملات میں اختلاف ہو سکتی ہے۔ ابن جوزی کا یہ کہنا کہ کوئی بھی ذی ہوش شخص اللہ کے ولی سے دشمنی لے کر اپنی دنیا و آخرت کو برباد کرنے کا سودا کیسے کر سکتا ہے؟ تعصب و عصبیت و تکبر و حسد کتنی بری بات ہے کہ انسان کو انسانیت کے مقام سے گرا کر ایک ایسے درویش کی عداوت پر اکساتی ہے جو اپنا آپ اپنے ربّ کے حوالے کر چکا ہوتا ہے۔ ابن جوزی تو شاید یہ بات لکھنا بھول گئے مگر سوال تو اہم ہے کہ شہنشاہ ولایت، قاسم ولایت، اخی رسول حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دُشمنی کیوں اور کیسے ہوئی؟ وہ قبائلی عصبیت کا زہر تھا، تکبر و عناد و حسد کی کوئی جلتی بھڑکتی آگ تھی یا پھر مشکل کشا علی رضی اللہ عنہ کو کمزور و ضعیف جانا اور سمجھا گیا؟ تاریخ میں ان باتوں کا جواب تلاش کرنا مشکل تو ہرگز نہیں ہے!!! اگر رافضی شیخین کریمین رضی اللہ عنہم اسے دشمنی کریں تو قابل مذمت ہیں اور یقیناً ہیں مگر وہ جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دُشمن رہے اور اب بھی اس رسم عداوت کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں۔۔۔۔ کچھ تو زبان ان کے لیے بھی کھولیے!!!

2۔ خالق و مالک کی مخلوق و مملوک سے جنگ کیسے؟

ابن جوزی علیہ الرحمہ رقم طراز ہوئے کہ اس حدیث پاک میں دوسرا مشکل مقام یہ ہے کہ خالق و مخلوق میں جنگ کیسے متصور ہو سکتی ہے؟ جنگ کا تصور تو مقابلہ سے ہے جب کہ ساری مخلوق تو اللہ ربّ العالمین، مالک لم یزل کے قبضہ قدرت میں ہے۔ مخلوق و مملوک مقابلہ کی طاقت و ہمت ہی نہیں رکھتے تو پھر جنگ کیسے متصور ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے خود ہی بیان کرتے ہیں کہ بندوں سے اُن کی عقلی سطح کے مطابق کلام فرمایا یعنی عداوت و دشمنی کی انتہا جنگ ہی ہو سکتی ہے۔ مقصود کلام یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا دشمن بارگاہ ربّ العزت میں نہایت ناپسندیدہ ہوتا ہے اور اس پر اللہ وحدہ لا شریک لہ کا قہر و غضب ہوتا ہے اور تباہی و بربادی ہر دو جہاں میں اُس کا مقدر ہوتی ہے۔ بُرا نہ مانیں! زیر مطالعہ حدیث قدسی میں کسی ولی کا نام نہیں لیا گیا بلکہ عمومی طور پر تمام اولیاء کو شامل کیا گیا۔ اب عدل کی میزان پر فیصلہ فرمائیں کہ ان نفوس قدسیہ سے عداوت کا انجام کیا ہوا کہ جن کے نام بیان کر کے اعلان فرمایا گیا کہ ان سے عداوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ: أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ

''حضرت زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور ہر اُس شخص سے میری صلح ہو گی جس سے تمہاری صلح ہو گی''۔

ذہن پر زیادہ زور نہ ڈالیں۔۔۔۔بس مقام گھرانہ رسول کو تسلیم کر لیں۔

3۔ فرض کی ادائیگی پر تعریف

اس حدیث قدسی میں تیسرا مشکل مقام یہ ہے کہ فرمایا گیا کہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعے بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے۔ علامہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ رواج تو یہی ہے کہ جو کام لازم ہو اس پر تعریف ضروری نہیں ہوتی مثلاً وہ ٹیکس وخراج جو حکومت کی طرف سے لازم ہو اس کی ادائیگی تو بہر صورت کرنا ہی ہوتی ہے۔ ''فِاِنَ مؤدی اللازم لایکاد محمد'' کے قاعدے کے مطابق ادا کرنے والا کمال تعریف کا مستحق قرار نہیں پاتا۔ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ فرائض کی خوش دلی سے انجام دہی میں حکم کی تعظیم واحترام ہوتا ہے۔ اس تسلیم سے ربوبیت کی عظمت اور بندگی کی عاجزی وانکساری کا اظہار ہوتا ہے۔

تمام اولیاء کرام کے انداز بندگی کو سلام! مگر نہ جانے کیوں بار بار خیال آتا ہے کہ اس بیمار کربلا کی عبادت کی شان کیا ہوگی کہ جس کا لقب ہی زین العابدین اور سید الساجدین قرار پایا۔ اگر عبادت میں بندگی و عاجزی وتواضع وخشوع کا اظہار ہے تو معلوم نہیں کہ تاریخ نے کیوں اور کیسے جنت کے اُس سردار کو بھلا دیا کہ جنہوں نے حکومت کو چھوڑ کر خدا پرستی کے لیے خلوت گزینی اختیار کی مگر اُس سید وسردار حسن پاک رضی اللہ عنہ پر سب وشتم بند نہ ہوا مگر سارے سلام پیارے دلبر امام حسن پاک علیہ السلام کے لیے جنہوں نے سب سہہ کر بھی عاجزی وفقر کا راستہ نہ چھوڑا۔

4۔ نفل عبادت کا مقام

چوتھا مشکل مقام یہ ہے کہ نفل عبادت سے بندہ مالک لم یزل کی بارگاہ میں نہایت ہی قرب کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ علامہ ابن جوزی حیران ہو کر کہتے ہیں:

فکیف أثمرت النوافل المحبة ولم تتمرها الفَرَائِض ؟

''نوافل کی ادائیگی سے وہ ثمر محبت کیسے حاصل ہو سکتا ہے جو کہ فرائض کی ادائیگی پر بھی میسر نہ آیا''؟

جواب میں کہتے ہیں کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی سے محبت کی لذت میں اضافہ ہوا جس نے وصل وقرب کی آگ کو اور تیز کر دیا اور شوق کی مہمیز نے اُسے نیند کے بستر سے دور کر کے مالک کی بارگاہ میں لا کھڑا کیا اور یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب مقصود ومطلوب خالق ومالک اپنے جلوے بے حجاب کر دیتا ہے۔ غوث پاک سیدی شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ مسلسل سالوں سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے رہے۔ نجانے کیوں دل کی دھڑکنیں مضطرب اور بے اختیار سی ہو کر مدینۃ النور کے اُس پاک حجرے کا طواف کرنے پر بضد ہو رہی ہیں جس میں ایک پاک بی بی اپنے ربّ، اپنے مالک، اپنے خالق کو منانے کے لیے سجدہ ریز ہو رہی ہیں۔ سردیوں کی طویل رات بھی اُس کے سجدے کے سامنے قلیل ہوتی نظر آرہی ہے، مناجات و استغاثہ وفریاد کے مکمل ہونے پر صبح بڑا بیٹا سیدنا حسن پاک اپنی پاک ماں سے پوچھتے ہیں کہ اپنے لیے تو ایک بھی دُعا والتجا ربّ العالمین کی بارگاہ میں نہیں فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ ہم پر دوسروں کا حق زیادہ ہے۔ نفل شوق ہے تو زمین والے تو کجا آسمان والے بھی اس شوق وتڑپ کی مثال ڈھونڈ نہ پائیں گے جو سیدۂ کائنات، ملکۂ جنت، بضعۃ الرسول سیدہ پاک بتول علیہا السلام کے قیام وسجود میں دکھائی دے گا۔

5۔ تائید خدا بندے کے حواس میں

پانچواں مشکل مقام ربّ العالمین کا یہ فرمان ہے کہ میں اُس کی سماعت و بصارت وغیرہ ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا اور دیکھتا ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ یہ ایک ضرب المثل ہے جس کی چار تعبیرات ہو سکتی ہیں:

1۔ انسان جیسے اپنے اعضاء سے محبت کرتا ہے ایسے ہی وہ اپنے ربّ سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ ظاہراً انسان کو سب سے زیادہ محبت اپنے جسم سے ہوتی ہے مگر قرب خدا کی راہوں کا مسافر بن جانے کے بعد اپنے ربّ سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت کرنے لگ جاتا ہے۔

2۔ انسان کے رگ وپے میں جب مالک وخالق کی محبت رچ بس جاتی ہے تو جیسے انسان اپنے جسم کے اعضاء کی خدمت کے لیے کوشش کرتا ہے ایسے ہی وہ اللہ ربّ العالمین کے حکم کی اطاعت کو ترجیح دیتا ہے۔ ''میں اُس کی سماعت ہو جاتا ہوں'' سے مراد یہ کہ بندہ اپنے کانوں سے صرف وہی بات سنتا ہے جو حکم خدا ہو، صرف اسی شے کو دیکھتا ہے جس کے دیکھنے میں ربّ کی رضا ہو، صرف اسی طرف اپنے قدموں سے چل کر جاتا ہے جدھر جانے کا وہ حکم دیتا ہے، یعنی حواس ہیں تو بندے ہی کے مگر ان پر حکم اور رضا مالک دو جہاں، قادر وقدیر ربّ کی جاری ہو جاتی ہے۔ یہی بات مولانا روم بھی فرما رہے ہیں:

مطلق آں آواز از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

''ان کی آواز حق کی آواز ہوتی ہے، اگرچہ حلق اللہ کے بندے کا ہوتا ہے''

رو کہ بی یَسمَعُ وَبِی یَبصِرُ توئی
سِر توئی چہ جائے صاحب سِر توئی

''جا کہ تو ہی ربّ کی سمع اور بصر والا ہے، تو ہی راز ہے اور تو ہی صاحب راز ہے''۔

3۔ میں اس کی ویسے ہی مدد کرتا ہوں جیسا کہ اُس کے حواس اور اعضاء اس کی مدد و مدافعت کرتے ہیں۔ جیسے اُس کے کان و بصارت اُسے خطرے سے آگاہ کر دیتے ہیں اور ہاتھ پاؤں اپنے دفاع کے لیے استعمال کرتا ہے۔ ربّ العالمین اپنے بندے کی اُس کے دُشمنوں کے خلاف ایسے ہی مدد فرماتا ہے۔

4۔ انسان اپنے اعضاء وحواس کی مدد ہی سے اپنے مقاصد اور اہداف کو حاصل کرتا ہے۔ ربّ العالمین نے فرمایا کہ میرا بندہ جب میرا محبوب ہو جاتا ہے تو مقاصد و اہداف کے حصول کی خاطر میں اس کی مدد ویسے ہی کرتا ہوں جیسا اس کے اعضاء و حواس اس کے مدد ومعاون ہوتے ہیں۔

ابن جوزی کی چار توجیہات پیش کر لینے کے بعد پانچویں مشہور صوفیانہ توجیہہ یہ بھی ہے کہ ''میں ربّ اُس کا کان بن جاتا ہوں'' سے مراد یہ ہے کہ پھر وہ دور کی آواز بھی ایسے ہی سُن لیتا ہے جیسے قریب کی، وہ دور بہت دور بھی اپنے چاہنے والوں کو ایسے ہی دیکھ سکتا ہے جیسے اپنے قریب والوں کو، اللہ ربّ العالمین اُسے طی الارض کی عزت بھی دے دیتا ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اولیا را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز آرندش راہ

اللہ کے ولیوں کو ربّ کی طرف سے طاقت حاصل ہے کہ وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو بھی واپس کر دیتے ہیں یعنی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ جب اللہ کی مدد بندہ مؤمن

کے ہاتھوں میں آتی ہے تو وہ ضرب ید اللّٰہی کا ظاہر باہر جلوہ بن جاتا ہے۔ ہماری نہ مانیں، ہماری نہ سنیں! شاعرِ مشرق، قلندر لاہور علامہ اقبال سے پوچھ لیں کہ قوت پروردگار کا اظہر مظہر کون ہے؟

شاہ مردان ، شیر یزدان ، قوت پرودگار
لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

وقار انبالوی نے بھی شاید ایسے ہی موقع پر تڑپ کر کہا تھا:

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب ید اللّٰہی ، اک سجدۂ شبیری

6۔ دعائیں قبول نہیں بھی ہوتیں

چھٹا مشکل مقام ''ولئن سألني لأعطينه'' ہے یعنی میرا بندہ جب مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور اُسے عطا کرتا ہوں۔ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنی ہی مرتبہ صالح اور عابد بندے اللہ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں مگر ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ جواباً فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ کسی حکمت اور مصلحت کی بنا پر ربّ العالمین دعا کی قبولیت کو موخر فرما دیتا ہے یا پھر اس سے بہتر متبادل عطا فرما دیتا ہے۔

ہیں کہ اسرافیل و قتند اولیا
مردہ را ذیشان حیات است و نما

''خبردار! اولیاء وقت کے اسرافیل ہیں، مردے ان سے حیات اور نشو و نما پاتے ہیں''۔

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ کی دونوں توجیہات میں ہی بڑا وزن ہے۔ آقا کریم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے جسے ترمذی نے روایت کیا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ: لا یرد القضاء إلا الدعاء

''صرف دعا ہی ہے جو تقدیر کو بدل سکتی ہے''۔

حضرت سیدنا غوث الوریٰ شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ سے بھی ایک ایسا ہی قول منقول ہے جس میں ولایت کے مقام و عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میری دعا سے اللہ ربّ العالمین تقدیر بدل دیتا ہے، اس لیے ابن جوزی علیہ الرحمہ صحیح فرماتے ہیں کہ اولیاء کی دعائیں قبول تو ہوتی ہیں مگر بعض اوقات دعاؤں کی قبولیت کسی مصلحت کے تحت موخر کر دی جاتی ہے۔ اسی بات کو ہم محبوب ربّ العالمین ﷺ کی اس دعا سے سمجھ سکتے ہیں جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے:

اللّٰهُمَّ انْصُرْ عَلِيًّا، اللّٰهُمَّ أَكْرِمْ مَنْ أَكْرَمَ عَلِيًّا، اللّٰهُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

''اے اللہ! علی رضی اللہ عنہ کی مدد فرما، اے اللہ! اس شخص کو عزت دے جو علی رضی اللہ عنہ کی عزت کرے اور اے اللہ! اس شخص کو ذلیل و رسوا کر دے جو علی رضی اللہ عنہ کو رسوا کرنا چاہے''۔

یہ کسی ولی کی دعا نہیں بلکہ دعائے نبی ہے اور اس کی دُعا ہے جو سید الانبیاء و المرسلین اور محبوب ربّ العالمین ﷺ ہیں۔ جن لوگوں نے منبروں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کیا اور اسے اپنی سیاسی مجبوری سمجھا اور لوگ سمجھے یا نہ سمجھے مگر ابن جوزی نے سمجھایا کہ دعائے ولی بھی ہو تو استجابت کا سہرا اسے بارگاہِ ربّ العالمین سے ضرور نصیب ہوتا ہے جبکہ یہ دعائے رسول ﷺ ہے، یہ رد نہیں ہوئی بلکہ علی پاک رضی اللہ عنہ کے دشمن ذلیل ہوئے، ہو رہے ہیں اور ذلیل تر ہوتے رہیں گے کیونکہ یہ اللہ کے پاک محبوب ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت کا عقیدۂ محکم ہے۔

7۔ خدا کی طرف تردّد کی نسبت

اس حدیث قدسی میں ساتواں مشکل مرحلہ وہ ہے جس میں تردّد اور ہچکچاہٹ کی نسبت اللہ ربّ العالمین کی طرف کی گئی ہے کیونکہ تردد تو نتائج کے خوف سے پیدا ہوتا ہے اور یہ ضعف تدبیر کے سبب سے ہوتا ہے اور مالک بحر و بر اس بات سے منزہ، پاک اور بالاتر ہے۔ ابن جوزی اس کا جواب دو پہلوؤں سے دیتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ہچکچاہٹ ان فرشتوں کے لیے ہے جو روحیں قبض کرتے ہیں۔ فرشتوں کا یہ تردّد و ہچکچاہٹ تو صرف اللہ کے ولی کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب مالک نے روح قبض کرنے کا حکم دیا تو پھر ہچکچاہٹ کیسی؟ فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد مؤمن کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا اظہار ہو، نہ یہ کہ اس سے موت میں تاخیر ہو۔

اس مقام کے دوسرے پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ایسی بات ہے جس کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی حقیقت کو جانتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

''من أتاني يمشي أتيته هرولة''۔

''جو میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں''۔

ہچکچاہٹ کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ ہمیں ولی کی محبت و مقام کو سمجھاتا ہے اور ''وَذَلِكَ ثمرة المحبة'' یہی محبت کا ثمر ہے۔

معلوم نہیں کہ یہ بات کیسے لکھی جا سکتی ہے؟ کیسے سمجھی جا سکتی ہے؟ کیسے سمجھائی جا سکتی ہے؟

بندہ مؤمن ہو، اللہ کا ولی ہو، اللہ کا طالب ہو تو اس کا مقام سمجھانے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ تردّد و ہچکچاہٹ کے الفاظ لائے جا رہے ہیں، فرمایا جا رہا ہے کہ مؤمن کی روح قبض کرتے ہوئے نرمی کرنا اور فرشتے بھی ہچکچا رہے ہوتے ہیں، بالیقین ایسا ہی ہے مگر ربّ فرما رہا ہے کہ میرے ولی کے مقام و منصب کو سمجھو، اُن سے عداوت نہ رکھو، دشمنی نہ کرو مگر

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیت اللہ کی دیوار سے لٹکتی ہوئی لاش
حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی میت پاک کی گدھے کی کھال میں بے حرمتی
حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کو پھانسی اور حضرت عدی بن حجر رضی اللہ عنہ کا قتل
اور پھر ان سب سے بڑھ کر جوانانِ جنت کے اک سردار کو زہر
اور دوسرے کے مبارک، پاک، اعلیٰ، ارفع، نازنین جسم اقدس پر گھوڑوں کی ٹاپیں
یہ درد پارے کچھ تو بتا رہے ہیں
خدا ہی سے سن لو!

''جو میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میں ربّ اس سے اعلانِ جنگ کر دیتا ہوں''

اور یہ وہ سن لیں کہ کوئی بھی خدا سے جیت نہیں سکتا۔۔۔۔۔

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد
أو زغولاں گمرہ و در چاہ شد

''جو کوئی بھی بغیر مرشد کے راستہ پر چلا، وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوا۔

توحید و اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ احمد سعید کاظمی

هُوَ الَّذِیۡ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا۔ (الفتح آیت ۲۸)

"(اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ھدیٰ اور سچا دین عطا فرما کر بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اور (رسول ﷺ کی صداقت پر) اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے"۔

عزیزانِ محترم!

یہ میلاد النبی ﷺ کی روحانی، عرفانی، وجدانی، نورانی اور بابرکت محفل ہے۔ (اس محفل میلاد کا انعقاد شارجہ یعنی متحدہ عرب امارات میں ہوا تھا)

اللہ تعالیٰ کا ذکرِ خیر جہاں بھی ہوتا ہے اور اس کے پیارے حبیب آقائے نامدار تاجدار مدنی جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی یاد جہاں بھی ہو وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۹۷)

اس میں شک نہیں کہ یہ محافل بہت بابرکت اور ان میں شرکت باعث سعادت ہے، کسی سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں، میں صرف اپنے جذبہ محبت اور ذوق عقیدت کے پیش نظر کچھ کلمات عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کلمۃ الحق کو میری زبان پر جاری فرمائے اور حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

قبل اس سے کہ آیت کریمہ کے مضامین پر کچھ کلام کروں۔ بطور تمہید چند باتیں عرض کرتا ہوں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے ان میں سے ہر نبی و رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ھدیٰ لے کر آیا، قرآن مجید میں ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقۡتَدِهۡ (پ ۷ الانعام آیت ۹۰)

"(یہ) وہی حضرات ہیں جن کو اللہ نے ھدیٰ عطا فرمائی تو آپ (بھی) ان کے طریقے پر چلیں"۔

جن انبیاء کرام کا ذکر ہم نے کیا ہے یہ وہی محبوبانِ خدا ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ھدیٰ دے کر بھیجا، ہمارا ایمان ہے کہ ہر پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ھدیٰ لیکر جلوہ گر ہوا، حضور پُرنور ﷺ کی تشریف آوری ایسے وقت میں ہوئی جسے زمانہ فطرت کہتے ہیں۔

عَلٰی فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ

"مدتوں سے رسولوں کی آمد رکی ہوئی تھی"۔

(المائدہ آیت ۱۹)

یہ وہ زمانہ تھا، جب انبیائے کرام علیہم السلام کا جلوہ گر ہونا منقطع ہو چکا تھا، حضور ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان کوئی نبی و رسول نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انقطاع نبوت کا دور تھا اور "فترت" کا زمانہ تھا۔ جس کا عرصہ تقریباً پانچ سو سال سے زیادہ ہے۔ ہوا یہ ہے کہ پہلے انبیاء کی تعلیمات میں لوگوں نے تحریفات کردیں۔ وہ تعلیمات جو خالص توحید پر مبنی تھیں اور ان میں بنیادی دعوت یہ تھی کہ

لَا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ

"اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پوجو"۔

مگر لوگوں نے مظاہر کائنات کو پوجا، صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی بات نہیں بلکہ ان سے پہلے آنے والے انبیاء کرام کی امتیں بھی اس شرک میں مبتلا ہوئیں۔

آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰی تَكۡلِیۡمًا

"اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے (بلاواسطہ بکثرت) کلام فرمایا"۔ (النساء)

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلاواسطہ کلام فرمایا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ نے توریت عطا فرمائی تھی، ایسی توریت کہ

فِیۡهَا هُدًی وَّنُوۡرٌ

"اس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی تھا"۔

لیکن اس کے باوجود یہود نامسعود نے توریت کی تعلیمات کو محرف کردیا، حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی بنیادی دعوت کو مسترد کردیا اور حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کہنے لگے کہ

وَقَالَتِ الۡیَهُوۡدُ عُزَیۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ

"یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے"۔ (التوبہ آیت ۳۰)

اور عیسائیوں کا یہ مقولہ ہے کہ مسیح ابن اللہ تعالیٰ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ (معاذ اللہ) (التوبہ آیت ۳۰)

یہ تو تھی ان لوگوں کی بنیادی دعوت توحید میں تحریف، علاوہ ازیں تعلیمات اور شرائع و احکام میں جو تحریفات سرزد ہوئیں ہیں وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہیں۔ اس ضمن میں آپ کو ایک عیسائی مبلغ کی بات سناؤں یہ عیسائی مبلغ ملک شام کا رہنے والا تھا اور پاکستان کے پورے علاقے میں چند سوالات لیے پھرتا رہا اور کہتا تھا کہ مجھے میرے ان سوالوں کے جواب کوئی مسلمان نہیں دے سکتا اگر کوئی ان سوالوں کے جواب دے دے تو میں مسلمان ہوجاؤں گا۔ (یہ عیسائی اپنے سوالات کے تسلی بخش جواب سن کر مسلمان ہوگیا) یہ شخص میرے پاس بھی آیا۔ میں نے پوچھا آپ کے وہ کونسے سوالات ہیں جن کا جواب مسلمان نہیں دے سکتے تو اس نے اپنے وہ سوالات ہمارے سامنے پیش کیے، گیارہ دن مسلسل اس کے سوالات پر گفتگو ہوتی

رہی ان سوالات میں سے ایک سوال توحید اور تثلیث پر بھی تھا' اس نے کہا کہ ہم بھی توحید کو مانتے ہیں اور ہماری توحید کو تم تثلیث سمجھتے ہو حالانکہ یہ تثلیث تمہارے ہاں بھی موجود ہے جیسا کہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ تعالیٰ بھی ہے رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے''۔

یہ تثلیث نہیں تو اور کیا ہے؟ اور آپ لوگ بھی' گویا ایک کو تین مانتے ہو اور تین کو ایک یعنی توحید میں تثلیث اور تثلیث میں توحید اور یہی تعلیم عیسائیت کی ہے جسے تم شرک سے تعبیر کرتے ہو۔ ہم نے کہا عیسائیت اس تثلیث کو پیش کرتی ہے جو توحید کے قطعاً منافی ہے عیسائی اقانیم ثلاثہ کو معبود مانتے ہیں اور کہتے ہیں اب' ابن' روح القدس' یہ تینوں ایک ہیں اور ایک تین ہیں' اب الگ ہے' ابن الگ ہے اور روح القدس الگ ہے اور اسلام میں اللہ تعالیٰ بھی وہی ہے رحمن بھی وہی ہے اور رحیم بھی وہی ہے' عیسائیوں نے جس چیز کو پیش کیا اور مانا وہ خالص تثلیث ہے اور اسلام اور قرآن مجید نے ۔جس چیز کو پیش کیا وہ خالص توحید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ' رحمن اور رحیم ایک ہی ذات ہے' واجب الوجود' جو مستلزم ہے جمیع کمالات صفاتیہ کو مگر بمقتضائے ذات وہ ایک ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔

☆اس نے پھر سوال کیا کہ

انتم تقولون ان اللہ واحد

''تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ واحد ہے''۔

واحد کے معنیٰ کیا ہیں اور واحد کسے کہتے ہیں؟ میں نے کہا:

الواحد ینقسم علی انواع متعددة بای واحد تسئلنی

''واحد کی کئی قسمیں ہیں تو کس نوع کے بارے میں مجھ سے سوال کرتا ہے؟''

اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ وہ اس کا جواب نہ دے سکا تو ہم نے اسے واحد کی قسمیں بتائیں:

★الواحد العددی ★الواحد النوعی

★الواحد الجنسی ★الواحد الحقیقی

واحد کی چار قسمیں ہیں' واحد عددی' واحد نوعی' واحد جنسی اور واحد حقیقی۔ ہم اللہ تعالیٰ کو واحد عددی نہیں کہہ سکتے۔

ان اللہ تعالیٰ' تعالیٰ عن العدد

''اللہ تعالیٰ عدد سے بلند و بالا ہے''۔

ولا نقول انہ واحد نوعی

''ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ واحد نوعی ہے''۔

ان اللہ تعالیٰ' متعال عن الفصل والنوع

''اللہ تعالیٰ فصل اور نوع سے بھی پاک ہے''۔

وکذلک لانقول ان اللہ واحد جنسی لانہ متعال عن الجنس

''اور اسی طرح ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ واحد جنسی ہے کیونکہ وہ تو جنس سے بھی بالاتر ہے''۔

اب ایک واحد باقی رہ گیا ہے اور وہ ''الواحد الحقیقی'' واحد حقیقی ہے' اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد حقیقی ہے' ہم نے اس کو واحد عددی اس لیے نہیں مانا کہ الواحد نصف الاثنین' عدد میں دو کا آدھا ایک ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کو واحد عددی تصور کیا جائے تو پہلے دو تسلیم کرنے ہونگے پھر ان کو آدھا آدھا کر کے ایک ماننا ہوگا' یہ تنصیف ہے اور جس کی تنصیف ہوجائے وہ واجب نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو واحد عددی ماننا باطل ہوگیا۔

اور ہم اللہ تعالیٰ کو واحد نوعی بھی نہیں مانتے اس لیے کہ ''النوع مرکب من الفصل و الجنس والمرکب الذی یوجد بعد الترکیب حادث'' یعنی جنس اور فصل کے مجموعے سے نوع بنتی ہے اور یہ مرکب ہے اور جو مرکب ہو وہ حادث ہوتا ہے کیونکہ پہلے جنس اور فصل ہو اور دونوں کو ترکیب دیا جائے تو نوع کا ظہور ہوگا اور جو اس ترکیب کے بعد پیدا ہوا حادث کہلائے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ کو واحد نوعی کہنا بھی غلط ہوا' اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کو واحد نوعی بھی نہیں مانتے۔

اللہ تعالیٰ کو واحد جنسی ماننا بھی ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ہم تو کہتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ' متعال عن الجنس' لان الجنس لایوجد الا بعد الفصل

''جنس کا وجود فصل کے بغیر ممکن نہیں اور اس میں بھی ترکیب واقع ہوگی' اللہ تعالیٰ ترکیب سے منزہ ہے' اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو واحد عددی ہے اور نہ ہی واحد نوعی و جنسی ہے۔ ہم تو اس کو واحد حقیقی' مانتے ہیں''۔

ھو الواحد الذی لایقتضی وحدتہ الا ذاتہ

''وہ واحد ہے اور واحد حقیقی وہ ہے کہ جس کی وحدت کا تقاضا خود اس کی ذات کرے''۔

یعنی امر خارج سے اس کی وحدت متقاضی نہ ہو کیونکہ واحد عددی میں اثنین خارج ہے واحد سے اور واحد نوعی خارج ہے جنس اور فصل سے اسی طرح واحد جنسی میں قدر مشترک ہے اور اشتراک خود ایک امر خارج ہے' ان سب کی وحدت کا تقاضا امر خارج سے ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدت وہ نہیں کہ اس کا تقاضا بھی امر خارج سے ہو بلکہ وہ تو ایسا واحد حقیقی ہے جو قدیم ہے اور ازل سے اس کا متقاضی ہے کہ میں ایک ہی ہوں اور یہی واحد حقیقی ہے۔ یہ وہ توحید ہے جس کو اسلام اور قرآن مجید پیش کرتا ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی وہی ہے۔ الرحمن بھی وہی ہے اور الرحیم بھی وہی ہے۔ اسلام تو کہتا ہے!

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

''میرے محبوب فرمادیجیے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ (الاخلاص آیت نمبر ۱)

واحد اور احد میں بھی فرق ہے' حالانکہ دونوں عربی کے لفظ ہیں' واحد بھی اور احد بھی' واحد کہتے ہیں ''ایک'' کو اور احد کہتے ہیں ''یکتا'' کو اور یکتا وہ ہے کہ جس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہ ہو اور اس کی کوئی مثل ہو نہ ضد' مثل و مثال اور شریک سے بالاتر ہو وہ یکتا ہے اور وہی واحد حقیقی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ جزو سے تجزی سے اور تقسیم سے پاک ہے' ابن ہمیشہ اب کا جزو ہوتا ہے یعنی اب میں جب تک تجزی نہ ہو ابن کا وجود ظاہر نہیں ہوگا اور تجزی خود تقسیم کی مقتضی ہے' اللہ تعالیٰ رب العلمین' تجزی اور تقسیم سے پاک ہے' تبعیض اور تبعض سے منزہ ہے۔

تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

ہمارا رب تو وہ ہے کہ جس کے لیے مرکب ہونا تو درکنار وہ بسیط ہونے سے بھی پاک ہے' کیونکہ بسیط کا مفہوم مرکب کے بعد ذہن میں ابھرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا خارج سے متعارف نہیں' اس لیے ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ یکتا ہے اور اس کی شان ہے کہ

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ

''نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا''۔

کوئی اس کا بیٹا نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا باپ ہے' ہم اللہ تعالیٰ کی اس الوہیت و وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں اور ہر نبی نے اسی توحید کا درس دیا مگر افسوس کہ لوگوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو مٹا دیا اور توحید کو شرک سے بدل دیا' غیر اللہ کی عبادت ہونے لگی کسی نے اللہ وحدہ لاشریک کا بیٹا بنا ڈالا کسی نے

اللہ تعالیٰ کا جز و مان لیا اور معاذ اللہ کسی نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرالیا۔ صرف اسی پر اکتفانہ کیا حتیٰ کہ مظاہر کائنات کی عبادت کی گئی کسی نے سورج کو پوجا، کسی نے چاند کو معبود بنالیا، کسی نے زمین کی پرستش کی، کسی نے آسمان کے آگے آسن مارے، کسی نے عناصر کے سامنے جبین رکھ دی، کسی نے جواہر کو مسجود سمجھا اور کسی نے موالید کے آگے جھکنا عبادت تصور کرلیا وہ کون سی چیز ہے کہ جس کو انسان نے نہ پوجا ہو اور اس کی عبادت نہ کی ہو۔ دنیا کے انسان اس شرک میں مبتلا رہے حالانکہ انبیاء کرام نے تو انکو توحید کی دعوت دی تھی اور اللہ تعالیٰ کی پرستش کا حکم دیا تھا۔ مگر لوگوں نے انبیاء کرام کے پیغام کو ترک کردیا اور ان کے دامن رحمت کو چھوڑ دیا اور شرک کے گڑھے میں گر گئے اور اپنی عاقبت تباہ کرڈالی لیکن حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کی امت شرک میں مبتلا نہیں ہوسکتی کیونکہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِىْ
وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا

"میں تم پر شرک کا تو خوف نہیں کرتا مجھے اندیشہ یہ ہے کہ تم دنیا سے رغبت کرنے لگو گے"۔
(بخاری ج اصفحہ ۹۱۷ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۷)

حضور ﷺ کا یہ فرمان حق ہے اور آج ہمارے دل میں دنیا کی رغبت پیدا ہوگئی ہے، اس سے فتنے اور فسادات برپا ہورہے ہیں اور مصائب و آلام نازل ہورہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کے اس فرمان کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں آسکتا۔ بخلاف سابقہ امتوں کے کہ وہ جب شرک میں مبتلا ہوتیں تو اللہ تعالیٰ کسی نبی یا رسول کو مبعوث فرمادیتا جو اس شرک کی بیخ کنی کرکے توحید کے جلووں کو چمکادیتا اور لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کردیتا، ہمارے پیارے محبوب ﷺ کی تشریف آوری سے قبل یہ سلسلہ چلتا رہا جب آپ ﷺ کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین بنایا یعنی آخری پیغمبر بنا کر بھیجا (قولہ تعالیٰ! مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ الاحزاب ۳۳ نمبر ۴۰) اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند کردیا۔ جب آپ ﷺ کے بعد نبوت ختم ہوگئی اگر آپ ﷺ کی امت میں شرک اب پیدا ہو تو کون ہے جو اس شرک کا ازالہ کرسکے۔

نبی اکرم نور مجسم ﷺ کے غلاموں ایمانداروں میں شرک کا نہ ہونا حضور ﷺ کی خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو محبوب خدا ﷺ کے غلاموں پر شرک کے فتوے بھی لگاتے ہیں اور حضور ﷺ کو خاتم النبیین بھی مانتے ہیں۔ حضور ﷺ کو خاتم النبیین ماننے کیساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ غلامان رسول اللہ ﷺ شرک میں مبتلا نہیں ہوسکتے۔ ہمارا ایمان ہے کہ زبان نبوت سے ظاہر ہونے والے کلمات حق ہیں۔ حق ہیں، حق ہیں۔ اس پر ایک حدیث شریف پیش کرتا ہوں۔

ابو داؤد (عربی صفحہ ۵۱۴) اور مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ صحابی رسول فرماتے ہیں

كُنْتُ اَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ اَسْمَعُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

"کہ میں ہر چیز جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا"۔

فَنَهَتْنِىْ قُرَيْشٌ وَقَالُوْا اَتَكْتُبُ كُلَّ شَىْءٍ تَسْمَعُهٗ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ا بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِى الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَاَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابَةِ

"تو قریش نے مجھے منع کردیا اور کہنے لگے کہ تو ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا ہے لکھ لیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ تو بشر ہیں کبھی غصے میں اور کبھی خوشی میں بات کرتے ہیں تو میں حضور ﷺ کی احادیث لکھنے سے رک گیا"۔

فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ اِلٰى رسول الله ﷺ فَاَوْمَاَ بِاَصْبَعِهٖ اِلٰى فِيْهِ فَقَالَ اُكْتُبْ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ

"میں نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا اور حکم دیا کہ (میری ہر بات) لکھو پس قسم مجھے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے نہیں ظاہر ہوتا اس سے مگر حق"۔

☆ حضور پرنور ﷺ کا کیا کہنا کہ خالق کائنات جن کے تکلم کی قسمیں اٹھائے اور فرمائے "وَقِيْلِهٖ" (الزخرف آیت ۸۸) اور ہمیں قسم ہے رسول کے اس بولنے کی۔ نیز اللہ تعالیٰ الٰہی ہے کہ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى (النجم آیت ۳۔۴)

"اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، نہیں ہوتا ان کا فرمانا مگر وحی جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے"۔

☆ آقا تو آقا، آقا ﷺ کے غلاموں کا یہ مقام ہے کہ خود سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ (وَفِىْ رِوَايَةٍ) وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ

"بیشک اللہ تعالیٰ نے حق کو حضرت عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے"۔
(ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۰۹)

☆ یعنی عمر کی زبان پر حق بولتا ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ کے غلاموں کا یہ مقام ہے ان کے آقا کا کیا عالم ہوگا۔ حضور ﷺ نے قسم اٹھا کر فرمایا ہے۔

وَاِنِّىْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِىْ اَنْ تُشْرِكُوْا (بخاری ج ا ص ۵۰۸ و ج ۲ ص ۵۸۵ مسلم ج ۲ ص ۲۵۰)

"مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میری امت میرے بعد شرک میں مبتلا نہیں ہوگی"۔

☆ سرکار دوعالم ﷺ نے قسم کیوں اٹھائی اور اس قسم کا کیا مطلب ہے قسم اٹھانے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ جب کوئی کسی امر واقع کا انکار کرے تو اسکے انکار کے ازالہ کے لیے قسم اٹھائی جاتی ہے یعنی قسم منکر کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور سرکار ﷺ کے سامنے دو قسم کے منکر تھے، ایک مشرکین اور دوسرے منافقین، کیونکہ مومنین کو تو آپ ﷺ کی کسی بات میں شک نہیں ہے۔ حضور ﷺ کے فرمان میں شک کرنیوالا یا کافر ہوگا یا منافق۔ ان دو میں سے کافر تو کھلے منکر تھے۔ اب شک کا محل صرف منافق ہی رہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا شک دور کرنے کیلئے قسم اٹھائی اور فرمایا میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اپنی امت پر شرک کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی اس قسم کے بعد بھی اگر کوئی غلامان رسول کریم ﷺ کو مشرک کہے تو یقین جانیے ایسا کہنے والا زبان رسالت ﷺ پر جاری ہونے والے کلمات کو بھی تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی آپ ﷺ کی قسم پر ایمان رکھتا ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 26 پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قلب اطہر

محمد بن علوی المالکی الحسینی

بلاشبہ ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا حضرت محمد ﷺ کا قلب اطہر تمام قلوب سے بہترین اور عمدہ ترین ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا قلب اطہر مقدس ترین اور نہایت وسیع، بے حد قوی، حد درجہ متقی اور انتہائی نرم ہے آپ کا قلب اطہر حفظ کرنے اور بیداری میں بے مثال ہے اور آپ کا قلب انوار قرآن کی سخاوت کرتا ہے۔ چنانچہ حضور کا قلب اطہر تمام دلوں سے بہتر اور افضل ہے، مسند امام احمد وغیرہ میں سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

بلاشبہ اللہ جل مجدہ نے لوگوں کے دلوں کی جانب ملاحظہ فرمایا تو اللہ نے تمام بندوں کے دلوں میں سے محمد ﷺ کے قلب اطہر کو بہترین پایا۔ لہٰذا اللہ نے اپنی ذات اقدس کے لیے قلب مصطفی ﷺ کو چن لیا اور اپنی رسالت کے لیے اس کو مبعوث فرمایا۔ پھر اللہ جل شانہ نے لوگوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو تمام لوگوں کے دلوں میں حضور پُر نور ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں کو بہتر اور افضل پایا لہٰذا اللہ نے حضور کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور اقدس ﷺ کے وزراء بنایا جو اللہ کے دین کے لیے جہاد فرماتے ہیں کہ نیز مسلمان جس امر کو قبیح و برا خیال کریں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک بھی قبیح اور برا ہے۔

اسی طرح حضور پُر نور ﷺ کا قلب اطہر تمام لوگوں سے زیادہ پاک و صاف اور طاہر ہے۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کے بچپن کی عمر میں ہی آپ کا شق صدر مبارک ہوا اور آپ کے قلب اطہر سے شیطان کا حصہ نکال دیا گیا جیسا کہ مسلم شریف وغیرہ میں سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُر نور ﷺ بچپن میں بچوں کے ہمراہ کھیل رہے تھے کہ آپ کی خدمت اقدس میں سیدنا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے۔ چنانچہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور انور ﷺ کے سینۂ اطہر کو شق فرمایا اور سینہ گنجینہ سے آپ کا قلب اطہر نکالا۔ اس سے علقہ بھی نکال لیا اور عرض کیا کہ یہ آپ میں شیطان کا حصہ ہے۔ بعدازاں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اقدس کے قلب اطہر کو سونے کے ایک طشت میں آب زمزم میں دھویا۔ بعدازاں اس کو جوڑ دیا اور واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا، چنانچہ کچھ لڑکے بھاگتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی والدہ (دایہ) کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت حلیمہ سعیدہ رضی اللہ عنہا کو کہا (بقول ان کے) بلاشبہ محمد ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے چنانچہ وہاں پر موجود لوگوں نے حضور سرور عالمیان ﷺ کو دیکھا تو آپ کی ذات اقدس کا رنگ متغیر و تبدیل ہو چکا تھا۔ جناب حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے سینۂ گنجینہ میں زخم کی سلائی اور جوڑ کے آثار دیکھتا اور حضور پُر نور ﷺ کے صدر شریف (سینۂ گنجینہ) کا شق مذکور پہلی دفعہ اس وقت ہوا جب آپ کی عمر مبارک تھوڑی تھی اور آپ اپنے بچپن کے مراحل طے فرماتے ہوئے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔

دوسری دفعہ رسول اللہ ﷺ کا شق صدر شریف آپ کی عمر کے دسویں سال میں ہوا اس میں یہ حکمت تھی کہ دس سال سن بلوغت کے قریب ہوتے ہیں، چنانچہ حضور ﷺ کا شق قلب اطہر ہوا اور اس کو پاک و طاہر مقدس و منزہ کر دیا گیا حتیٰ کہ اس کا کسی ایسے امر سے التباس نہیں ہوا جس کو بطور عیب مردوں کے بارے کہا جا سکے۔

تیسری دفعہ حضور پُر نور ﷺ کا شق صدر شریف اس وقت ہوا جب کہ سیدنا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ جہاں پناہ میں حاضر ہوئے۔ محققین علماء رحمہم اللہ علیہم کا ارشاد ہے کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ کے اکرام و تعظیم اور امداد میں اضافہ کیا جائے۔ آپ کی ذات اقدس کو مضبوط اور قوی کیا جائے اور آپ کی تربیت اس طرح کی جائے کہ آپ کی ذات اقدس کی جانب جو کچھ وحی کی جائے آپ اس کے متحمل ہو سکیں۔ آپ اس کے برداشت کرنے میں قلب قوی کے مالک ہوں اور اس احوال قدسیہ و کیفیات مرضیہ میں کامل ترین احوال کے حامل ہوں۔

چوتھی دفعہ حضور پُر نور ﷺ کا شق صدر شریف معراج کی رات ہوا جیسا کہ صحیحین میں وارد ہے۔

اس شق صدر شریف میں یہ حکمت تھی جیسا کہ عارفین رحمہم اللہ علیہم نے فرمایا کہ حضور اقدس کے اکرام و اعظام میں زیادتی ہو اور آپ کی امداد بھی بکثرت ہو اور آپ کی ذات اقدس کو اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے قابل بنایا جائے۔ آپ اللہ سے مناجات کر سکیں اس کے انوار کے مشاہدات فرمائیں، اسرار و تجلیات اور جمال و جلال کو ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارشاد فرمایا:

حضور پُر نور ﷺ کے شق صدر شریف کرنا درست نہیں کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس امر کی قدرتِ خاص ہے اور اس سے کوئی چیز محال و ناممکن اور مشکل نہیں ہے۔

نیز ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ جلال الدین السیوطی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

بعض جاہلوں نے اس دور میں یا بعد میں شق صدر شریف کا انکار کیا ہے اور اس کو امر معنوی قرار دیا ہے نیز اس قول کے قائل کا مطلب قلب حقائق قرار دیا ہے تو یہ امر صریح اور واضح جہالت اور قبیح و فحش غلطی ہے۔ یہ محض اس لیے ہوگی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں ذلیل و خوار فرمایا اور وہ علوم فلسفیہ مادیہ پر ہی منحصر و محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس کے برعکس وہ سنت

کے دقائق سے کوسوں دور ہیں۔

بلاشبہ اللہ جل شانہ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس بیداریٔ قلب سے نوازا اس کے نتیجے میں آپ کا قلب مبارک توجہ الی اللہ اور اللہ کی وحی کو بحفاظت یاد رکھنے میں دائم اور قائم رہا۔ اس پر غفلت و کاہلی طاری نہیں ہوئی اور نہ ہوتی اور نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب شریف پر کبھی نیند کا غلبہ طاری ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیند کے خواب و رویا بھی وحی ہی ہیں یا وحی کے طرق وانواع جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔

چنانچہ یہ امر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام اللیل کی حدیث پاک میں مروی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ نماز پڑھ لینے سے قبل سو جاتے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔

بخاری شریف میں سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ فرشتے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ جہاں پناہ میں حاضر ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سوئے ہوئے تھے اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جبرائیل میرے سر کے قریب کھڑے ہیں، میکائیل میرے پاؤں کے پاس کھڑے ہیں اور دوسرے فرشتے میرے ارد گرد ہیں۔

تو ان میں سے بعض فرشتوں نے کہا کہ بلاشبہ حضور سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے ہوئے ہیں بعض دوسرے فرشتوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ سوئی ہوئی ہے اور آپ کا قلب اطہر جاگتا ہے تو فرشتوں نے کہا تمہارے اس صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مثال ہے تو دوسرے نے کہا کہ آپ کی مثال بیان کرو تو فرشتوں نے کہا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ایک ایسے شخص کی طرح ہے جس نے گھر اور عمارت کی تعمیر کی اور اس میں دستر خوان بچھایا اس کے بعد اس نے داعی ارسال کیا تو جس نے پکارنے والے (داعی) کو لبیک کہی، وہ گھر کے اندر داخل ہو گیا اور اس نے دستر خوان سے کھانا تناول بھی کیا اور جس شخص نے داعی پکارنے والے کو لبیک نہیں کہا۔ وہ گھر میں داخل بھی نہ ہو سکا اور نہ ہی دستر خوان سے کھانا کھایا تو فرشتوں نے کہا کہ اس کی ایسی تاویل وتشریح کرو جو سمجھ میں آسکے تو بعض فرشتوں نے کہا بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے ہوئے ہیں۔

بعض فرشتوں نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے اور دل جاگتا ہے بعض فرشتوں نے کہا کہ مکان یا گھر جنت ہے اور داعی (پکارنے والے) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں چنانچہ جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی وحکم عدولی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

اور سنن دارمی میں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بعض فرشتے حاضر ہوئے اور یوں عرض کرنے لگے۔ بلاشبہ آپ کی آنکھ مبارک سو جائے۔ آپ کے مبارک کان سنیں اور آپ کا قلب اطہر سمجھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری دونوں آنکھیں سو گئیں اور میرے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے سمجھا تو مجھے فرمایا گیا ایک بہت بڑے سردار ہیں جنہوں نے ایک گھر یا مکان کی تعمیر فرمائی اور بعد ازاں داعی کو بھیجا۔ چنانچہ جس نے داعی کو لبیک کہی وہ مکان یا گھر کے اندر داخل ہو گیا اور اس نے دستر خوان سے کھانا کھایا اور اس سے سردار راضی بھی ہو گیا اور جس نے داعی کو لبیک نہ کہا وہ گھر میں داخل بھی نہ ہوا اور دستر خوان سے کھانا بھی نہ کھایا اور اس سے سردار بھی ناراض ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اللہ سردار ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داعی ہیں اور مکان یا گھر میرا اسلام ہے اور دستر خوان سے مراد جنت ہے۔

❂❂❂

بقیہ: توحید واتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ ھدی عطا فرمائی ہے کہ اس ھدی کے بعد رسو اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے غلاموں میں شرک کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ھدیٰ بالکل وہی ھدیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کو عطا فرمائی تھی لیکن ان انبیاء کی امتوں نے اس کو شرک کے ساتھ مخلوط کر دیا اور توحید پر برقرار نہ رہ سکے' مگر ہمارے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھدیٰ کے ذریعہ سے توحید کا پرچم بلند فرمایا وہ قیامت تک برقرار رہے گا۔ اور توحید پر برقرار رہے گی اور اس توحید کے جلوے چمکتے دمکتے رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے زمانے میں تشریف لائے جو ''عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُل'' کا زمانہ تھا انبیاء کرام علیہم السلام کا آنا منقطع ہو چکا تھا پانچ چھ سو برس سے کوئی نبی و رسول تشریف نہ لایا۔ لوگوں نے انبیاء کی تعلیمات کو محرف کر دیا تھا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا اور توحید کے دعوے کے باوجود تثلیث کے قائل ہو گئے اور برملا کہنا شروع کر دیا ایک باپ (اب) ایک بیٹا (ابن) اور ایک روح القدس' یہ ظلم عظیم دیکھ کر فطرت انسانی تڑپ اٹھی۔ انسانیت گریہ کناں ہوئی نجات کا راستہ نظروں سے پوشیدہ ہو چکا تھا۔ توحید کے جلوؤں کی چمک شرک کے پردوں کی اوٹ سے مستور کر دی گئی۔ دعوت توحید کی آواز سننے کے لیے کان انتظار کر رہے تھے۔ جنت کا راستہ دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت ازلیہ کے تقاضوں کو پورا فرمایا اور اپنے بندوں کو نوید مسرت سنائی اور فرمایا

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

''وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ھدیٰ کے ساتھ بھیجا''۔

❂❂❂

جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی

زندگی قرآن کے ساتھ

قرآن حکیم پڑھتے جایئے ہدایت کے نئے سے نئے افق روشن ہوتے جائیں گے۔ یہ صحیفۂ ہدایت بھی ہے اور نصاب زندگی بھی۔ اس کی ایک ایک آیت انسانی زندگی کو سنوارنے کے کئی ایک دروس اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ کتاب حکیم ہماری عملی زندگی کو خوبصورت بنانے کے لیے ہمیں جو تربیتی نکات عطا کرتی ہے۔ اس تحریر میں آپ وہی نکات ملاحظہ فرمائیں گے۔ زیرِ نظر تحریر کوئی تفسیر نہیں بلکہ شاہ جی کی صحبت سے مطالعۂ قرآن کے ذوق کی خیرات پانے والے ایک ذرّہ ناچیز کے ہفتہ وار دروسِ قرآن کا خلاصہ ہے جو قبلہ شاہ جی زید مجدہ کے زیرِ سایہ راولپنڈی کی ایک مسجد میں عرصہ پندرہ سال سے جاری ہیں۔ اگر کوئی جملہ اچھا لگے تو اُسے اُنہی کی نظر کا فیض سمجھا جائے اور اگر طبیعت پہ کہیں بوجھ محسوس ہو تو راقم کے لیے مغفرتِ ذنوب کی دعا کر دی جائے۔

مفتی محمد لیاقت علی نقشبندی

سورۃ النمل آیت نمبر 1 تا 3

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۱﴾ ہُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾

"طاسین، یہ آیتیں قرآن اور روشن کتاب کی ہیں، ہدایت اور بشارت ہیں مومنوں کے لیے، وہ جو نماز درست درست ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر پختہ یقین رکھتے ہیں"۔

1۔ ایک کامیاب قائد اور سردار کے لیے حسنِ کردار کا حامل ہونا ضروری ہے۔ وہ جھوٹ سے اجتناب برتنے والا اور صدق و سچائی کے ساتھ قوم کی راہنمائی کرنے والا ہو۔ اس معیار پر ہر لحاظ سے کامل اور اکمل طور پر پورے اترنے والی ذوات قدسیہ انبیاء کرام ہیں، بالخصوص امام الانبیاء اور سید المرسلین محمد عربی ﷺ کو اللہ ربّ العزت نے حسنِ قیادت، جمالی سیادت اور نفاست و لطافت کا ہر رنگ ہر جلوہ عطا فرما رکھا تھا، لہٰذا انسانیت کی نجات دامنِ رسالت سے وابستگی میں ہی ممکن ہے۔

2۔ بندۂ مومن ایمان کے ساتھ جب قرآنِ حکیم پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو طہارت اور باطن کو صفائی کی نعمت عطا کرتا ہے اور پھر اس پاکیزہ دل کو اپنی معرفت کے ان رازوں سے آشنا کرتا ہے جو طہارت قلبی کے بغیر کسی طور ممکن نہیں ہوتے۔ ایسا شخص اپنے محبوب کا رازداں بن جاتا ہے جو تصوف و روحانیت کا ایک بہت بلند مقام ہے مگر ذہن میں رہے کہ اس مقام رفیع تک پہنچنے کا سفر مطالعۂ قرآن سے شروع ہوتا ہے۔

(پہلے دو نکات کا استنباط حروفِ مقطعات کی معنوی تاویلات سے کیا گیا)

3۔ قرآن حکیم کی ایک ایک آیت اپنے اندر معجزانہ تاثیر رکھتی ہے۔ آیاتِ کتاب مبہم اور غیر واضح نہیں بلکہ اس کا ایک ایک لفظ واضح اور ہدایت کی پوری کائنات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ قرآن حکیم خود تو روشن ہے ہی مگر اس کا اعجاز یہ ہے کہ یہ اپنے قاری کو بھی اندھیروں سے نکال کر نور و رحمت کے جہان میں جا پہنچاتا ہے۔ جہاں اس کا اپنا وجود بھی روشن ہو جاتا ہے۔

4۔ قرآن کتاب ہدایت ہے مگر اس سے حصول ہدایت کے لیے مومن ہونا ضروری ہے، ایمان سے محروم شخص قرآن پڑھے تو بھی ہدایت سے محروم رہتا ہے اور صاحب ایمان قرآن ہی سے اکتساب ہدایت کرتا ہے، گویا قرآن ایک خزانہ ہے اور ایمان و یقین اس خزانے کی چابی۔

5۔ سید قطب کے بقول قرآن کوئی فلسفیانہ کتاب نہیں کہ ہر پڑھنے والا اس سے اپنی مرضی کے معانی اخذ کر کے سمجھے کہ اس نے مقصد قرآن پالیا، بلکہ یہ روشن کتاب پہلے اپنے قاری کے قلب و نظر کو مخاطب کرتی ہے تاکہ وہ اس کی تعلیمات کو ایمان و ایقان کے ساتھ قبول کرے، بعد ازاں قرآن اُسے اپنا نور، رحمت، حکمت اور خوشبو عطا کرتا ہے۔

6۔ کتاب ہدایت سے اخذِ نور کے لیے لازم ہے کہ ایمان والے نمازی ہوں اور زکوٰۃ بھی پابندی سے ادا کرتے ہوں۔ نماز حقوق اللہ کی بنیاد اور زکوٰۃ حقوق العباد کی اساس ہے۔ اس اعتبار سے حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی یا حقوق العباد کے معاملے میں لاپرواہی کتاب اللہ کے قاری کو بھی ہدایت سے محروم کر دیتی ہے اور دونوں معاملوں میں احتیاط ہی منزل نواز ہو سکتی ہے۔

7۔ آخرت پر ایمان، احتساب پر یقین اور وقوعِ قیامت کا وثوق تحسین عمل کا ذریعہ ہے۔ جس انسان کے اندر جواب دہی کا ڈر نہ ہو وہ امور معصیت کے ارتکاب پر جری ہوتا ہے، جبکہ احتساب و جوابدہی کا خوف انسان کو بھٹکنے سے روکتا ہے۔ عقیدۂ آخرت دراصل جوابدہی کے خوف ہی کا نام ہے۔

8۔ قرآن حکیم ہدایت کے ساتھ ساتھ بشارت بھی ہے، عظمت قرآن کی یہ جہت قاری کے دل میں خوف کے ساتھ ساتھ اُمید و رجاء بھی پیدا کرتی ہے۔ کتابِ حق کا مخلص قاری اور راہِ ہدایت کا مخلص مسافر بالآخر منزلِ نجات بصورتِ جنت حاصل کر لیتا ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 42 پر

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد ارشد

آپ کا اسم گرامی عبد القادر، کنیت ابو محمد اور بے شمار القابات میں سے محی الدین، محبوب سبحانی اور غوث الاعظم ہیں۔ آپ کی ولادت 470 ہجری میں قصبہ جیلان میں ہوئی۔ اور وفات 561 ہجری میں ہوئی آپ کو نجیب الطرفین سید ہونے کا اعزاز حاصل تھا یعنی والد کی طرف سے حسنی تھے اور والدہ کی طرف سے حسینی تھے۔ امام احمد رضا خان فاضل بریلی نے اس کو یوں بیان کیا:

نبوی مینہ ، علوی فصل ، بتولی گلشن
حسنی پھول ، حسینی ہے مہکنا تیرا

رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے ساتھ بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں جو زیادتیاں ہوئیں وہ کسی بھی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں ہیں لیکن زیادتیوں کی ایک قسم وہ بھی ہے جو ہم اپنے دور میں دیکھ رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے ان عظیم لوگوں کو صرف چند کرامات تک محدود کر دیا ہے۔ وہ تعلیمات جن کے لیے انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیے، ہم ان تعلیمات کو بھلا بیٹھے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو اکثر لوگوں نے صرف ''ختم گیارہویں شریف'' تک برکت حاصل کرنے کے لیے محدود کر دیا۔ ''ختم گیارہویں شریف'' پر سختی سے پابندی کرنے والے کتنے لوگ ہیں جو اتنی ہی سختی سے حضرت شیخ کے سچ بولنے والی عادت پر کاربند ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم شیخ کی تعلیمات کو بھی سمجھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

توحید کی موت

''وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی'' بچپن میں ہمیں یہ الفاظ یاد کروا دیے جاتے ہیں لیکن ان الفاظ کی حقیقت کیا ہے ہم جاننے کی کوشش نہیں کرتے۔ ایک مقام پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ عزت و جلال والا ہے، امور تقدیر کے نازل ہونے کے وقت بندے کا اعتراض کرنا، دین و توحید، توکل و بھروسہ اور اخلاص و یقین اور روح کی موت ہے''۔

اللہ ہی کے ہو رہو

ہمارے دور کے المیوں میں سے ایک المیہ یہ ہے کہ کام ہم عام مسلمان والا بھی نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ سے انعام ہم وہ چاہتے ہیں جو وہ اپنے اُن برگزیدہ بندوں کو عطا فرماتا ہے جو رات دن اس کی رضا جوئی میں رہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''اے میری قوم کے لوگو! اللہ ہی کے ہو رہو جیسے کہ نیک بندے اُسی کے ہو رہے۔ تا کہ تم پر بھی وہی انعام ہو جو اُن پر ہوا (یعنی اللہ تمہارے لیے ویسا ہی ہو جائے جیسا اُن کے لیے ہو گیا تھا)۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا ہو جائے تو تمہیں چاہیے کہ تم اُس کی طاعت میں لگے رہو''۔

رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا فائدہ

ایک علم وہ ہے جو ہم کتابیں پڑھ کر حاصل کرتے ہیں اور ایک علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں القاء کرتا ہے۔ ہر دل میں علم القا نہیں ہوتا۔ وہ کون ہے جس کے دل میں علم القا کیا جاتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''علم عمل کو آواز دیتا ہے۔ اگر عمل سن لے تو بہتر ورنہ علم چلا جاتا ہے، اس کی برکت اٹھ جاتی ہے، عالم کی محنت (دھری) رہ جاتی ہے''۔

اس پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اسی صورت صحیح ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے جو فرمایا اس پر عمل کیا جائے۔ جب تم، آپ ﷺ کے بتائے ہوئے تمام احکامات پر عمل کرلو گے تو رسول اللہ ﷺ تیرے قلب اور باطن پر توجہ فرما کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش فرما دیں گے۔ جب تم اپنے علم پر عمل کر لو گے تو (اس عمل کی برکت سے) تم پر دوسرے علم کا چشمہ پھوٹ نکلے گا۔

ایک دوسرے مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں سے دین جاتا رہتا ہے:

1۔ جن چیزوں کے بارے علم ہے ان پر عمل نہ کرنا
2۔ جس چیز کے بارے میں علم نہیں، اس پر عمل کرنا
3۔ جسے تم جانتے نہیں ہو اسے حاصل نہیں کرتے (جاہل ہی رہتے ہو)
4۔ علم حاصل کرنے والوں کو روکنا کہ علم حاصل نہ کرو

پہلے اپنے نفس کی اصلاح

''دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھنا اور اپنی آنکھ کا شہتیر نہ دیکھنا'' ہمارا قومی کھیل بن چکا ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''بیٹا! پہلے اپنی حالت درست کرو، پھر دوسرے کی طرف دھیان دو۔ تمہیں چاہیے کہ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرو۔ اس سے پہلے دوسروں کو وعظ و نصیحت نہ کرو۔ افسوس ہے تجھ پر کہ تو خود بینائی سے محروم ہے، اوروں کو کیا راہ دکھائے گا۔ دوسروں کی رہبری کیسے کرے گا۔ راہ دکھانا تو بینائی والے کا کام ہے، دریا میں ڈوبنے والے کو وہی بچا سکتا ہے جو خود اچھی طرح تیرنا جانتا ہو۔ اللہ کی طرف وہی لا سکتا ہے جو کہ خود اللہ کو پہچانتا ہو''۔

ضروری نہیں کہ پسندیدہ چیز میں خیر بھی ہو

یہ قرآن حکیم کا بیان ہے کہ

عَسٰۤی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ

''یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ٹوٹ کر چاہو اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو''

بقیہ: صفحہ نمبر 31 پر

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ

آصف بلال آصف

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں اولیاء اکرام کے حوالے سے عرض کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولایت کے مقام پر وہ لوگ فائز ہوں گے جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے۔

آج ہم بھی ایک ایسی ہی ہستی کی بارگاہ میں چلتے ہیں جو یقیناً عارفوں کے قائد اور جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔۔۔۔میری مراد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔۔۔۔ رمضان المبارک کے نورانی مہینے میں 560ہجری،1165عیسوی کو اندلس یعنی سپین کی زمین پر روشن ہونے والے دنیائے تصوف کے انتہائی تابناک ستارے۔۔۔۔ رئیس المکاشفین۔۔۔۔ شیخ المحققین۔۔۔۔ امام الاولیاء و صالحین۔۔۔۔ واقفِ اسرار و ہدایت۔۔۔۔عارف باللہ۔۔۔۔ سردار المقربین ۔۔۔۔ دنیائے اسلام کے ممتاز صوفی۔۔۔۔علوم کا بحرِ بے کنار محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے اکابرین کے سربراہ کہلاتے تھے۔۔۔۔جن کا نسب حاتم طائی کے گھرانے سے جا کر ملتا ہے۔جن کا گھرانہ زہد و تقویٰ میں۔۔۔۔ جاہ و جلال میں۔۔۔۔علم و فضل میں۔۔۔۔ پاکیزگی اور طہارت میں ۔۔۔۔ اور معرفت میں۔۔۔۔ مرسیہ کے اعلیٰ طبقات میں اپنی اعلیٰ اور جداگانہ شان رکھتا تھا۔۔۔۔

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے زیادہ شہرت شیخ اکبر کے لقب سے ہوئی۔۔۔۔ مسلمانوں کی تاریخ میں یہ لقب کسی دوسری شخصیت کے لیے استعمال نہیں کیا گیا۔۔۔محی الدین ابن عربی پیرانِ پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔

ابنِ عربی صوفی ازم کے سب سے بڑے استاد کہلاتے ہیں۔۔۔۔ بچپن سے ہی نیکی۔۔۔۔ عبادات۔۔۔۔ دانائی۔۔۔۔ اور سچے خوابوں کی بنا پر مشہور ہوئے۔۔۔۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل نام شیخ اکبر محی الدین محمد ابنِ عربی الحاطمی الطائی الاندلسی تھا۔۔۔۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علوم کا بحرِ بے کراں تھے۔۔۔۔ اسلامی تصوف میں آپ کو شیخ اکبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔۔۔۔ اور تمام مشائخ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقام پر تمکین کے قائل ہیں۔۔۔۔ عام خیال یہ ہے کہ تصوف اسلامی میں وحدت الوجود کا تصور سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے پیش کیا۔۔۔۔

بعض علماء نے ان کے اس عقیدے کو الحاد سے تعبیر کیا۔۔۔۔ مگر صوفیا انہیں شیخ اکبر کہتے ہیں۔۔۔۔ ان کی تصانیف میں فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ چار ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔۔۔۔ فتوحاتِ مکیہ کی اگر بات کی جائے تو کتبِ تصوف میں اس کا درجہ بہت اہم ہے۔۔۔۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد مرسیہ کے حاکم محمد بن سعید کے دربار سے متعلقہ تھے اور ایک بڑے عہدے پر فائز تھے۔۔۔۔ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ ابھی 8 سال کے تھے کہ مرسیہ پر کسی اور حاکم کے قبضہ کر لینے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے کو وہاں سے ہجرت کرنا پڑی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے لسبونہ جو کہ حالیہ پرتگال کا دارالحکومت ہے وہاں پر پناہ لی۔۔۔۔ لیکن جلد ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اشبیلیہ کے حاکم کی طرف سے ایک بڑے اور مقتدر عہدے کی پیشکش ہوئی۔۔۔۔ تو پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان سمیت اشبیلیہ منتقل ہو گئے۔۔۔۔ جہاں پر ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جوانی کا زمانہ گزارا۔۔۔۔

ابتدائی تعلیم کے مراحل تو آپ رحمۃ اللہ علیہ مرسیہ اور لسبونہ میں ہی طے کر چکے تھے۔۔۔۔ اشبیلیہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے وقت کے نامور عالموں کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت ملی۔۔۔۔

مروجہ دینی اور دنیاوی علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وقت صوفیا کی خدمت میں بھی گزرتا تھا۔۔۔۔

تصوف کا سلسلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں پہلے ہی قائم تھا۔۔۔۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں ابو مسلم جو ساری ساری رات عبادت میں گزارتے تھے اور جب ان کی ٹانگیں تھک جاتی تھیں تو ان کو مارتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہیں مارنا بہتر ہے کہ سواری کے جانور کو مارنے سے وہ کام کرنے لگ جاتا ہے۔۔۔۔ وہ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان کے لیے ہیں اللہ کی قسم ہم ان پر اس طرح ہجوم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھیں گے کہ انہیں پتہ چل جائے گا کہ انہوں نے اپنے پیچھے مردوں کو چھوڑا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحق ہیں۔۔۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ڈیڑھ سے دو سال کا عرصہ ملازمت کی یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ فوج میں بھرتی رہے لیکن پھر ایک واقعہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کی دنیا ہی بدل دی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کی یہ عارضی نوکری چھوڑ کر حقیقی نوکری اختیار کر لی یعنی غلامی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لبادہ اوڑھ لیا۔۔۔۔

ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اس چیز کا مشاہدہ اس وقت کیا تھا جب میری عمر 20 سال تھی۔۔۔۔ اس سلسلے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اشبیلیہ کے کسی امیر ترین آدمی کی دعوت پر مدعو تھے۔۔۔۔ یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دوسرے امراء کے بیٹوں کو بھی دعوت دی گئی تھی کھانے کے بعد جب جام گردش کرنے لگا اور صراحی آپ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جام کو ہاتھ میں پکڑا تو غیب سے آواز آئی کہ اے محمد کیا تم کو اس لیے پیدا کیا گیا تھا۔۔۔۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جام کو ہاتھ سے رکھ دیا اور پریشانی کے عالم میں دعوت سے باہر نکل گئے۔۔۔۔

ابنِ عربی صوفی ازم کے سب سے بڑے استاد کہلاتے ہیں

راستے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چرواہے کو دیکھا جس کا لباس مٹی سے لتھڑا ہوا تھا۔۔۔۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ ہولیے اور شہر کے باہر جا کر اس کے میلے کپڑوں سے اپنے بہترین لباس کا تبادلہ کر لیا۔۔۔۔کئی گھنٹوں تک ویرانوں میں گھومتے رہے۔۔۔۔کافی گھومنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک قبرستان میں پہنچے جو نہر کے کنارے واقع تھا۔۔۔۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پر ڈیرا لگانے کا فیصلہ کرلیا۔۔۔۔اور ایک ٹوٹی ہوئی قبر میں جا اُترے اور دن رات ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے۔۔۔۔آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف نماز کے وقت باہر آتے۔۔۔۔4 روز کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ باہر نکلے تو علوم کا ایک دریا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا۔۔۔۔اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ کی زیرِ نگرانی 9 ماہ کا ایک چلہ کاٹا۔۔۔۔آپ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میری خلوت فجر کے وقت شروع ہوئی اور فتح (یعنی اسرار کا کھلنا) طلوع شمس سے قبل وقوع میں آئی۔۔۔۔فتح کے بعد مجھ پر ابدار کی حالت وارد ہوئی اور دوسرے مقامات ترتیب پائے۔۔۔۔میں اپنی جگہ پر 14 مہینوں تک قائم رہا اور ان سارے اسرار تک رسائی حاصل کی جنہیں میں نے فتح میں تحریر کیا ہے اور میری فتح اس لحظہ میں ایک جذب کی طرح تھی۔۔۔۔یہاں پر ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے جس مقامِ اسرار کا ذکر فرمایا ہے۔۔۔۔اس کی وضاحت کچھ اس طرح بیان فرمائی کہ ابدار کو میں نے عالم میں اپنی تجلی کی مثال کے لیے اپنے حکم سے نصب کیا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جیسے سورج ظاہر ہوتا ہے چاند میں اور جب وہ پورے چاند کو روشن کر دیتا ہے تو اُسے بدر یعنی پورا چاند کہتے ہیں۔۔۔۔گویا سورج اپنے آپ کو بدر کے آئینے میں دیکھتا ہے۔۔۔۔

ابنِ عربی کا روحانی حلقہ سپین سے لے کر قونیہ تک پھیلا ہوا تھا یعنی مغرب سے لیکر مشرق تک۔۔۔۔یہ آپ کی دُعا ہی کا فیض تھا کہ خلافتِ عثمانیہ نے 600 برس تک دنیا کے تین براعظموں پر حکومت کی۔۔۔۔

علم کے رازوں کو سمجھانے اور دیکھانے والے ابنِ عربی کسی معمولی شخصیت کا نام نہیں یہ بارھویں صدی کی ابقری شخصیت۔۔۔۔عظیم فلسفی۔۔۔۔مفکر اور محقق ہیں۔۔۔۔جن کا شمار عالمِ اسلام کے چند عظیم ترین دانشوروں۔۔۔۔مفکرین۔۔۔۔فلسفیوں اور صوفیا میں ہوتا ہے۔۔۔۔قرآن۔۔۔۔حدیث اور دیگر علوم کی تعلیم کے ساتھ ادب۔۔۔۔شاعری۔۔۔۔تاریخ اور بعض دیگر علوم وفنون میں آپ نے کمال مہارت حاصل کی۔۔۔۔زمانے کے تمام علوم پر آپ کو کامل دسترس حاصل تھی۔۔۔۔آپ کے مشائخ اور اساتذہ کی تعداد تقریباً 70 کے قریب بتائی جاتی ہے۔۔۔۔ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ دنیا تصوف میں وہ اہم ترین ہستی ہیں کہ اگر ہماری عرفانی روایت کا ایک نظام شمسی تصور کیا جائے تو اس کا مدار شیخ اکبر ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔۔۔۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب روح القدس میں آپ نے 55 صوفیا کا تعارف کروایا ہے۔۔۔۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا زیادہ وقت صوفیا کرام کے ساتھ گزرتا تھا۔۔۔۔

ان کے ہاں بیان ہونے والے تصورِ حقیقت اپنی تمام تفصیلات اطلاقات سمیت ہمارا کل ورثہ ہیں۔۔۔۔ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و فلسفہ نے کسی ایک دور۔۔۔۔ایک علاقے یا مذہب وملت کو نہیں بلکہ ہر دور۔۔۔۔ہر زمانے اور بالاتخصیص تمام مفکرینِ عالم کو متاثر کیا ہے۔۔۔۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی مرتبہ زیارت کی اس کا حساب لگانا ناممکن ہے۔۔۔۔محققین لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تو ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہوئی ہے بلکہ آپ جب چاہتے ان پاک ہستیوں سے تعلیم لے لیتے تھے۔۔۔۔آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے تین چیزوں کی تعلیم حضرت خضر علیہ السلام سے لی ہے۔۔۔۔

حضرت خضر علیہ السلام پانی پر چلتے تھے۔۔۔۔پانی پر چلنا میں نے ان سے سیکھا۔

حضرت خضر علیہ السلام ہوا میں نماز ادا کرتے تھے۔۔۔۔ہوا میں نماز پڑھنا میں نے ان سے سیکھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کے قدموں سے زمین لپٹ جاتی تھی یعنی جب آپ چلتے تو لمحوں میں فاصلے طے ہو جاتے تھے۔۔۔۔یہ بھی میں نے ان سے سیکھا۔

جدید تحقیق کے مطابق ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ سے 846 کتابیں منسوب ہیں۔۔۔۔جن میں سے 550 تک رسائی ممکن ہے۔۔۔۔لیکن ان میں 400 رسائل اور کتب کو ٹھیک تصور کیا جاتا ہے۔۔۔۔

اس دوران ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اندلس سے شمالی افریقہ، مصر، عرب، شام، عراق، یروشلم، ترکی اور دیگر جگہوں کے اسفار کیے۔۔۔۔

عباداتوں۔۔۔۔ریاضتوں اور شب بیداریوں کا معاملہ اپنی جگہ پر تھا۔۔۔۔لیکن 80 برس کی عمر تک 800 سے زائد کتابوں کا مصنف ہونا۔۔۔۔یوں کہیے کہ آپ نے 80 برس میں 800 برس کے برابر علمی کام سرانجام دے دیا تھا۔۔۔۔آپ کی دو کتب فصوص الحکم اور فتوحاتِ مکیہ نے بے پناہ شہرت حاصل کی ہے۔۔۔۔یہ وہ کتابیں ہیں جو اولیاء کرام درس میں اپنے مریدوں کو پڑھایا کرتے تھے اور بہت کم لوگ ہیں جو ان کتابوں کو سمجھ سکتے ہیں۔۔۔۔یہ اتنی بلند پایا تصوف کی کتابیں ہیں کہ عام آدمی کی سمجھ میں یہ نہیں آتیں۔۔۔۔برصغیر پاک و ہند کے بڑے بڑے علماء بھی ان کتابوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔۔۔۔

ایک دفعہ حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے سخت سردی کا موسم تھا۔۔۔۔ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں ہی تھے سردی کے اس موسم میں انگیٹھی جل رہی تھی اور آپ مریدوں کے ساتھ محو گفتگو تھے۔۔۔۔اتنے میں ایک فلسفی آ گیا اور آپ کی محفل میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ یہ جو قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ نمرود نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا اور آگ حضرت ابراھیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوگئی تھی۔۔۔۔اس سے مراد یہ ہے کہ نمرود اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے درمیان مباحثہ و مناظرہ ہوا ہوگا اور اس سے بحث و گفتگو میں حضرت ابراھیم علیہ السلام دلائل کی بنیاد پر نمرود پر حاوی ہوگئے ہوں گے اور نمرود ان کے دلائل سے مرعوب ہوگیا ہوگا۔۔۔۔تو اس سے مراد کوئی باقاعدہ آگ نہیں ہے۔۔۔۔

حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمارا عقیدہ تو ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے کسی پر بھی آگ کو گلزار بنا دے۔۔۔۔آگ خود کچھ نہیں کرسکتی۔ وہ بھی اللہ

کے حکم کے تابع ہے۔۔۔۔اس نے کہا میں آپ کی بات نہیں مانتا۔۔۔۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اچھا اور فوراً ہی جلتے ہوئے کوئلوں کی انگیٹھی پکڑی اور اس فلسفی پر انڈیل دی۔۔۔۔اس میں بھڑکتے ہوئے کوئلے تھے وہ جب فلسفی کی جھولی میں پڑے تو وہ ایک دم گھبرا گیا اور کھڑا ہو گیا۔۔۔۔لیکن پھر حیران ہوا کہ اس کے ہاتھوں اور کپڑوں پر تو جلنے کا کوئی نشان تک نہیں پڑا تھا اور نہ ہی کپڑے جلنے کے کوئی آثار نظر آئے۔۔۔۔اور اس کا جسم بھی جلنے سے بچ گیا تھا۔۔۔۔پھر حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کوئلے بچے تھے وہ اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس کے ہاتھوں پر رکھ دیے لیکن اس کو کچھ نہ ہوا۔۔۔۔وہ اس بات سے بڑا حیران ہوا کہ آگ نے اسے جلایا نہیں۔۔۔۔پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کہا کہ اب تم خود ان کوئلوں کو پکڑو۔۔۔۔جیسے ہی اس نے کوئلے پکڑنے چاہے تو وہ چلا اُٹھا کہ اُف یہ تو شدید گرم ہیں کیونکہ اب کی مرتبہ اس نے گرمی Heat محسوس کی۔۔۔۔تو یوں ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے دیکھ لیا کہ آگ بھی اللہ کے حکم کے تابع ہوتی ہے یہ خود کچھ نہیں کر سکتی۔۔۔۔تو اگر میں ایک عام آدمی اللہ کے حکم سے یہ کر سکتا ہوں تو حضرت ابراھیم علیہ السلام تو اللہ کے جلیل القدر پیغمبر تھے تو کیا ان کے لیے آگ ٹھنڈی نہیں ہو سکتی تھی اس پر فلسفی کو یقین آ گیا۔

شخصیت جتنی بڑی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اُسے ذمہ داریاں بھی اُتنی بڑی عطا فرمائی جاتی ہیں۔۔۔۔جس زمانے میں شیخ اکبر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں یقیناً وہ فلاسفہ کا دور تھا اور اس وقت شریعت اور طریقت دونوں کو صحیح طریقے سے بیان کرنا یقیناً یہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا ہی خاصہ ہے۔۔۔۔اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ شخصیت جتنی بڑی ہو دشمن بھی اُتنے زیادہ ہوا کرتے ہیں اور اُتنے ہی تگڑے ہوا کرتے ہیں۔۔۔۔

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو لوگوں نے لکھا اس کا دفاع کرنے کے لیے حضرت شیخ السلام علامہ فیروزہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا کردار ادا کیا۔۔۔۔اور انہوں نے آپ کے بارے میں ایک جملہ فرمایا تھا۔۔۔۔اُسی سے پتہ چل جائے گا کہ حضرت شیخ اکبر کی شخصیت شیوخِ اسلام کی نظر میں اور صوفیا کی نظر میں کتنی بلند ہے۔۔۔۔

حضرت شیخ اسلام فیروزہ آبادی فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں جس زمانے میں حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں اس زمانے میں ولایت عظمیٰ اور صدیقیتِ کبریٰ کا منصب جس کو حاصل ہوا تھا وہ شیخ اکبر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔۔۔۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے تو کسی کو اختلاف نہیں۔۔۔۔ان سے پوچھا گیا کہ آپ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ فرمایئے۔۔۔۔تو انہوں نے جواب دیا کہ شیخ اکبر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے ایک عظیم ولی تھے۔۔۔۔

شیخ اکبر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اندلس میں بحرِ روم کے کنارے کھڑا تھا میں نے اپنے آپ سے عہد کیا کہ میں اس وقت تک کشتی میں سواری نہیں کروں گا جب تک میں اپنا درجہ ولایت نہیں دیکھ لیتا۔۔۔۔یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں میرے خلاف مقدر فرمائی ہیں تاکہ میں اس پر راضی رہوں اور کیا کیا چیزیں میرے حق میں فرمائی ہیں تاکہ میں اس پر اللہ کا شکر ادا کروں۔اور مجھ سے کتنے لوگ فیض حاصل کریں گے میں ان کو بھی دیکھوں کہ ان کا کیا حال ہوگا۔۔۔۔جب تک یہ دیکھ نہیں لیتا یہاں سے آگے نہیں بڑھوں گا۔

فرماتے ہیں جب میں نے بارگاہ الٰہی میں مراقبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے سب چیزیں کھول کر میرے سامنے رکھ دیں۔اور میں یہ سب دیکھ کر تکبر وغرور میں نہیں آیا اور جب میں بحرِ روم میں سوار ہو کر اُترا تو میری کیفیت وہی تھی جو سب کچھ جان لینے سے پہلے تھی۔

گزشتہ چند برسوں میں مغرب نے ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے انگریزی۔۔۔۔فرانسیسی۔۔۔۔ہسپانوی اور جرمنی جیسی اعلیٰ ترقی یافتہ زبانوں میں نہ صرف تراجم کیے بلکہ ان کتب کی تشریحات بھی کی گئیں۔۔۔۔یعنی یورپ آج بھی ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے علم سے استفادہ حاصل کر رہا ہے۔۔۔۔

بقیہ: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمائی:

''اے فقیر! تو مالدار بننے کی آرزو نہ کر، ہوسکتا ہے کہ مال (کی کثرت) تیری تباہی کا باعث ہو، اے بیمار! تُو تندرست و صحت مند ہونے کی خواہش نہ کر، شاید کہ تیری تندرستی تیری ہلاکت کا سبب بن جائے۔ جو نعمت حاصل ہے اس پر قناعت کر، اس سے زیادہ کی طلب نہ کر، مالک کی رضا پر راضی رہ، تمہارے مانگنے سے جو ملے گا، یہ تجربے کی اور آزمائی ہوئی بات ہے کہ اس میں راحت اور آسائش نہ ہوگی۔ہاں جب بندے کے دل میں القائے الٰہی سے کوئی تمنا ڈال دی جائے، اس میں یقیناً برکت ہوگی۔اس سے ہر طرح کی خرابی دور کر دی جائے گی''۔

جاہلوں کی صحبت نقصان دہ ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اے بیٹا! تو جاہلوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ان کی جہالت تم پر بھی اثر کرتی ہے۔ایمان والوں، یقین والوں اور باعمل عالموں کی صحبت میں بیٹھا کرو''۔

دنیاوی امراض کا علاج

اے لوگو! صبر سے کام لو، دنیا کی زندگی آفتوں اور مصیبتوں سے بھری پڑی ہے۔دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہیں جس کے ساتھ مصیبت اور غم نہ ہو۔دنیا میں کوئی خوشی ایسی نہیں جس کے ساتھ رنج نہ ہو، یقینی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی لذتوں سے جو مرض لاحق ہوا شریعت ہی اس کا علاج ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی یہ ساری باتیں ''الفتح الربانی'' سے لی گئی ہیں۔

شخصیت جتنی بڑی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اُسے ذمہ داریاں بھی اُتنی بڑی عطا فرمائی جاتی ہیں

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

صاحب زادہ سید محمد فرحان نظامی

سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت شہر بدایون میں 27 صفر 636 ہجری میں ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مناسبت سے ''محمد'' رکھا گیا، مگر دنیا میں آپ نے اپنے القابات سے شہرت پائی۔

القابات

نظام الدین اولیاء، محبوبِ الٰہی، سلطان المشائخ، سلطان الاولیاء، تاج المقربین، بدرالملت والدین، ملکِ الفقراء والمساکین، سلطان العارفین، سلطان جی محبوبِ الٰہی وغیرہ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین سادات میں سے ہیں۔ سلسلۂ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خاتون جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے جاملتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے دادا سید علی بخاری اوران کے چچازاد بھائی حضرت سید عرب، آپ کے نانا دونوں بزرگ اپنے اپنے اہل وعیال کے ہمراہ بخارا سے ہجرت کر کے بدایون میں آباد ہوئے تھے۔ آپ کے نانا سید عرب کی صاحبزادی سیدہ زلیخا آپ کی والدہ ماجدہ جو زہد و تقویٰ میں کمال درجہ رکھتی تھیں۔ عبادت گزار اور شب بیدار تھیں۔ اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔ انہیں اپنے وقت کی ''رابعہ بصری'' کہا جاتا تھا۔ آپ کے دادا سید علی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے نانا سید عرب بخاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ دونوں بزرگوں نے باہمی مشورے سے اپنے خاندانی رشتے کو مضبوط کرتے ہوئے سید احمد علی کی شادی حضرت سیدہ زلیخا سے کردی۔ ابھی حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بمشکل پانچ برس کے ہوئے کہ والد کا انتقال ہوگیا لیکن آپ کی نیک دل، پاک سیرت اور بلند ہمت والدہ حضرت بی بی زلیخا نے سوت کات کات کر اپنے یتیم بچے کی عمدہ پرورش کی۔

حضرت نظام الدین اولیاء کی مادر گرامی بی بی زلیخا ایک امیر وکبیر بزرگ خواجہ عرب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں، لیکن آپ نے اپنے والد کی دولت کے ذخائر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ انتہا یہ ہے کہ بیوگی کا لباس پہننے کے بعد اس دروازے کی جانب نگاہ نہ کی جہاں آپ کا پورا بچپن اور جوانی کے ابتدائی چند سال گزرے تھے۔ آپ دن رات سوت کاتتیں اور پھر اسے ملازمہ کے ہاتھ بازار میں فروخت کرادیتیں۔ اس طرح جو کچھ رقم حاصل ہوتی اس سے گزر اوقات کرتیں۔ یہ آمدنی اتنی قلیل ہوتی کہ معمولی غذا کے سوا کچھ ہاتھ نہ آتا۔ تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ شدید محنت کے باوجود ہفتے میں ایک فاقہ ضرور ہوجاتا۔ جس دن فاقہ ہوتا اور نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مادر گرامی سے کھانا مانگتے تو بی بی زلیخا بڑے خوشگوار انداز میں فرماتیں: بابا نظام! آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں، بی بی زلیخا کا بیان ہے کہ میں جس روز ''سید محمد'' سے یہ کہتی کہ آج ہم لوگ اللہ کے مہمان ہیں تو وہ بہت خوش ہوتے۔ سارا دن فاقے کی حالت میں گزر جاتا مگر وہ ایک بار بھی کھانے کی کوئی چیز طلب نہ کرتے اور اس طرح مطمئن رہتے کہ اللہ کی مہمانی کا سن کر انہیں دنیا کی ہر نعمت میسر آگئی ہو پھر جب دوسرے روز کھانے کا انتظام ہوجاتا تو نظام الدین اولیاء اپنی محترم والدہ کے حضور عرض کرتے، مادر گرامی اب ہم کس روز اللہ کے مہمان بنیں گے؟ والدہ محترمہ جواب دیتیں، بابا نظام! یہ تو اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ دنیا کی ہر شے اس کی دست نگر ہے۔ وہ جب بھی چاہے گا تمہیں اپنا مہمان بنالے گا۔ آپ مادر گرامی کی زبان سے یہ وضاحت سن کر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوجاتے اور پھر نہایت سرشاری کے عالم میں یہ دعا مانگتے: ''اے اللہ! تو اپنے بندوں کو روزانہ اپنا مہمان بنا''۔ اللہ کی مہمانی کا واضح مطلب یہی تھا کہ اس روز فاقہ کشی کی حالت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پانچ سال کی عمر میں یہ دعا یہ خواہش اور یہ آرزو! اہلِ دنیا کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوگی، مگر وہ جنہیں اس کائنات کا حقیقی شعور بخشا گیا اور جن کے دل و دماغ کو کشادہ کردیا گیا۔ وہ اس راز سے باخبر ہیں کہ ایسا کیوں ہوتا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ انتہائی کم سنی کے عالم میں اللہ کے مہمان بننے کی آرزو کیوں کیا کرتے تھے۔

آپ پر اللہ کا فضل و کرم تھا، اس لیے آپ نے بہت جلد قرآن حفظ کرلیا۔ اس کے بعد آپ نے مولانا علاؤالدین صولی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت فرمائی۔ آپ کے استاد محترم نے آپ کے ذوق کو دیکھتے ہوئے آپ پر خصوصی توجہ دی۔ ابتدائی دینی تعلیم کے بعد فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''قدوری'' ختم کی۔ حضرت بی بی زلیخا اپنے فرزند کی یہ بات سن کر بڑی خوش ہوئیں۔ پھر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا وہ یادگار دن بھی آیا جب آپ نے فقہ حنفی کی اس عظیم کتاب کو ختم کرلیا۔ اس کے بعد حضرت بی بی زلیخا نے کھانا تیار کرایا اور بدایون کے جلیل القدر علماء کو دعوت دی۔ جب بدایون کے ممتاز جلیل القدر علماء جمع ہوچکے تو مولانا علاؤالدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی۔ حاضرین نے

اس مجلسِ روحانی میں بڑا جاں فزا منظر دیکھا۔ زبانِ حال کا عالم مستقبل کے عالم کو اپنے علم کی امانت منتقل کر رہا تھا۔ دستار بندی کے بعد مولانا علاؤالدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ علی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نظر نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ حضرت خواجہ علی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا سلسلہ ختم ہوا اور دستار بندی کی رسم ادا ہو چکی تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنی نشست سے اٹھے۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت خواجہ علی رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کی کہ اس وقت بدایون میں وہی ولایت کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ حضرت خواجہ علی رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اپنے استاد گرامی کی طرف بڑھے اور مولانا علاؤالدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی سے شرف یاب ہوئے۔ مولانا اصولی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے محبوب شاگرد کو اس طرح دعائیں دیں کہ شدت جذبات سے اہل مجلس کی آنکھیں بھیگ گئیں پھر عام رسم دعا ادا کی گئی اور اس طرح تمام علمائے بدایون کی دعاؤں کے سائے میں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے نئے سفر کا آغاز ہوا۔

دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے قرب میں ہی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ تھی۔ آپ اکثر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات فرماتے تھے۔ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت و مرتبہ کے بارے میں پتا چلتا رہتا تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ غائبانہ طور پر شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد ہو گئے اور آپ کے دل میں یہ خواہش غلبہ پانے لگی کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی جائے۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے دل کی خواہش سے مغلوب ہو کر پاک پتن شریف روانہ ہو گئے جب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ کو دیکھ کر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

اے آتش فراغت دل ہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

”تیری فرقت کی آگ نے قلوب کو کباب کر دیا اور تیرے شوق کے سیلاب نے جانوں کو برباد کر دیا“۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ آپ نے شیخ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو گاہے بگاہے ظاہری و باطنی علوم سے نوازا اور خصوصی شفقت فرمائی۔ مرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کے چھ پارے تجوید و قرأت کے ساتھ پڑھے۔ ایک مدت کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ خدمت گزاری اور اطاعت شعاری سے مرتبہ کمال کو پہنچے تو بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلق خدا کی ہدایت و تکمیل کی اجازت دے کر 659 ہجری کو دہلی روانہ فرمایا۔ پیر و مرشد کے حکم پر ہی دہلی آ کر محلہ غیاث پورہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ سلوک و معرفت کی تمام منزلیں حاصل کرنے کے باوجود آپ نے تیس سال تک نہایت ہی سخت مجاہدہ کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب اور مقرب تھے۔ اپنی گفتگو میں قرآن و حدیث، سیرت و تاریخ، فقہ و تصوف اور لغت و ادب کے حوالے دیا کرتے تھے۔ آپ اپنے مریدوں کو کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی ہدایت فرماتے۔ آپ علوم القرآن پر دسترس رکھتے تھے۔ بعض اوقات کسی آیت مبارکہ کی تفسیر فرماتے اور اپنے سامعین کو قرآنی معارف سے آگاہ فرماتے۔

آپ کی برکات کے اثرات سے ہندوستان لبریز ہے۔ آپ جیسے اسرار طریقت و حقیقت میں اولیائے کامل و مکمل تھے، ویسے ہی علوم فقہ و حدیث و تفسیر و صرف و نحو، منطق، معانی، ادب میں فاضل اجل عالم اکمل تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت مقبولیت دی۔ عام و خاص سب لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اس کے بعد دست غیب اور فتوحات کے دروازے آپ پر کھولے گئے اور ایک جہاں اللہ تعالیٰ کے احسان و انعام کی مدد سے آپ کے ذریعے فائدہ حاصل کرنے لگا۔ آپ کا اپنا حال یہ تھا کہ تمام اوقات ریاضت اور مجاہدہ میں گزارتے، ہمیشہ روزہ رکھتے اور افطار کے وقت تھوڑا سا پانی پی لیتے، بوقت سحری عام طور پر کچھ نہ کھاتے۔

فیض باطنی کا یہ حال تھا کہ جو شخص صدق اعتقاد سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا نظر کیمیا اثر کی تاثیر سے فیض باطنی سے ولی کامل ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال جذب و فیض عطا فرمایا۔ اہلِ دہلی کو آپ کی بزرگی کا علم ہوا تو آپ کی زیارت اور فیض و برکت کے حصول کی خاطر گروہ در گروہ آنے لگے اور ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا۔ وقت کے بادشاہ اور امراً بھی آپ سے عقیدت کا اظہار کرتے لیکن آپ ان کی طرف التفات نہ فرماتے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی طلب علم، عبادت و ریاضت، مجاہدہ اور لوگوں کی تربیت و اصلاح میں گزار دی، آپ نہایت متقی، ایثار کرنے والے، دل جوئی کرنے والے، عفوو درگزر سے کام لینے والے، حلیم و بردبار، حسن سلوک کے پیکر اور تارک دنیا تھے۔ وصال سے قبل 18 ربیع الثانی 725ھ کو بعد نماز ظہر حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شیخ سید نصیر الدین روشن چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو طلب کیا اور خرقہ، عصا، مصلاّ، تسبیح کاسہ، چوبیں وغیرہ تبرکات جو حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے پہنچے تھے، انہیں عنایت فرمائے اور دہلی میں رہ کر رشد و ہدایت کرنے اور اہلیانِ دہلی کو فیض پہنچانے کی تلقین کی اور انہیں اپنا نائب اور جانشین مقرر کیا۔

آپ کی تصانیف میں راحت القلوب، ملفوظات حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، افضل الفوائد: مرتبہ: حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ۔ فوائد الفواد: مرتبہ: حضرت امیر حسن علا سجزی، سیر الاولیاء شامل ہیں۔

بہ عمر 94 برس 18 ربیع الثانی بروز بدھ 725ھ کو آفتاب غروب ہونے سے قبل ہی علم و عرفان، رشد و ہدایت اور شریعت و طریقت کا یہ نیر تاباں اپنی جلوہ سامانی بکھیر کر دہلی میں غروب ہو گیا۔ آپ کا مزار پُر انوار دہلی میں لاکھوں دلوں کو چین اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخش رہا ہے۔

حضرت سید عبداللہ شاہ المعروف بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر منظور حسین اختر

عاشق ہوئیوں ربّ دا
ملامت ہوئی آ لاکھ
لوگ کافر کافر آکھ دے
توں آہو آہو آکھ

سالکانِ راہِ حق کے لیے مشعلِ راہ اس لافانی شعر کے مالک کا نام نامی اسمِ گرامی بابا بلھے شاہ علیہ الرحمہ ہے، جو قصور کی سرزمین کو اپنے فیض سے منور کیے ہوئے ہیں۔

حضرت بابا بلھے شاہ سید خاندان کے سید شاہ محمد درویش کے ہاں 1680ء میں پنجاب کے قدیم تاریخی شہر بہاولپور کے گاؤں اوچ گیلانیاں میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ محمد درویش عربی، فارسی اور علومِ قرآنی کے بڑے عالم تھے۔ والد نے آپ کا نام عبداللہ رکھا جس سے بُلھا شاہ یا بابا بلھے شاہ مشہور ہو گیا۔ آپ کے والدین نے کچھ عرصے بعد قصور کے نواحی گاؤں پانڈو کے میں مستقل سکونت اختیار کر لی جہاں آپ کے والد امام مسجد کے فرائض انجام دینے لگے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، اس کے بعد آپ کو مزید تعلیم کے لیے اسلامی علوم کے مرکز قصور بھیج دیا گیا جہاں حضرت غلام مرتضیٰ جیسے استاد کی صحبت سے عربی، فارسی کے فاضل تسلیم کیے گئے۔

صوفیانہ کتب کے مطالعے نے آپ کے دل میں مرشدِ کامل سے ملنے کی تڑپ پیدا کر دی اور یہی جستجو آپ کو لاہور کے شاہ عنایت قادری کے در تک لے آئی جو ایک صوفی بزرگ اور ولی کامل تھے۔ ذات کے ارائیں اور کھیتی باڑی کے پیشے سے منسلک تھے۔ مرشد کے دیدار نے بابا بلھے شاہ کی دنیا ہی بدل دی، روحانی چشمہ پھوٹ نکلا اور تیزی سے معرفت اور سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ مرشد کی محبت اس قدر غالب آ گئی کہ سوائے مرشد کے کسی شے کا ہوش نہ رہا، ہر ادا رمز آمیز ہو گئی۔

والدین اور رشتہ داروں کو بابا بلھے شاہ کا شاہ عنایت علیہ الرحمہ سے یہ تعلق ایک آنکھ نہ بھایا کیونکہ وہ ایک سید زادے تھے، ان کا ایک آرائیں کو مرشد تسلیم کرنا برادری کی توہین تھی۔ ذات پات کی اس تقسیم نے بابا بلھے شاہ کے دل میں باغیانہ خیالات کو پروان چڑھایا۔ وہ کہتے ہیں:

بُلھے نوں سمجھاون آئیاں
بھیناں تے بھرجائیاں
من لئے بُلھیا ساڈا کہنا
چھڈ دے پلّا ارائیاں
آل نبی اولاد علی نوں
توں کیوں لیکاں لائیاں

"بُلھے کو بہنیں اور بھابیاں سمجھانے آئیں کہ ہمارا کہنا مان اور ارائیں مرشد کا پیچھا چھوڑ دے۔ ہم آلِ نبی اور اولادِ علی ہیں، ہماری اونچی ذات کو بٹہ نہ لگا"۔

اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

جیہڑا سانوں سید سدّے
دوزخ ملن سزائیاں
جو کوئی سانوں ارائیں آکھے
بہشتی پینگاں پائیاں

"جو کوئی ہمیں سید کہہ کر پکارے گا اسے دوزخ میں سزا ملے گی اور جو ہمیں ارائیں مرشد کی نسبت سے ارائیں کہے گا وہ بہشت میں جھولا جھولے گا"۔

بابا بلھے شاہ کے اس تربیتی نقطہ نظر سے آپ بیعت اور مرشد کے آداب سیکھ سکتے ہیں۔ اگر مرشد سے محبت نہ ہو تو فیض کا ملنا ناممکن ہوتا ہے۔

روایات کے مطابق ایک مرتبہ حضرت بابا بلھے شاہ سے آپ کے شیخ حضرت شاہ عنایت قادری ناراض ہو گئے، بُلھے شاہ کو یہ درد کیسے برداشت ہو سکتا تھا، مرشد کو منانے کی ہر کوشش کی لیکن درد بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، ہر کوشش ناکام ہو گئی۔

آخر "نچ کے یار منانے" کی ترکیب پر عمل کرنے کا سوچا، (ناچنا کمترین فعل اور جس کے لیے ناچا جائے وہ افضل ترین شخصیت گویا ناچنے والا اپنے آپ کو لاشئی بنا کر محبوب کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے)۔ آپ ہیجڑوں کی ٹولی میں شامل ہو گئے، زنانہ لباس اور گھنگرو پہن کر سرِ بازار رقص کرنے لگے۔ ایک عرس پر مرشد کی آمد کی خبر ملی، وہاں پہنچ کر دیوانہ وار ناچنے لگے:

تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا

مرشد کا دل نرم پڑ گیا اور کہا: ارے تو بُلھا ہے؟
بابا بلھے شاہ نے عرض کیا،
"حضور بُلھا نئیں، بُھلا ہاں"

(یعنی بھولنے والا، جو بھول گیا تھا) مرشد نے گلے سے کیا لگایا دل عشقِ حقیقی کے اسرار و رموز پا گیا۔ ہر شے میں مالکِ حقیقی کا جلوہ نظر آنے لگا۔

آپ سچل سرمست اور سندھی صوفی شاعر شاہ عبدالطیف بھٹائی کے ہم عصر تھے۔ آپ نے پنجابی اور سندھی شاعری کی صوفی صنف "کافی" سمیت تمام شاعری اصناف کو تقویت بخشی۔

بلھے شاہ کا نام آپ نے اپنے لیے خود پسند فرمایا یعنی "بھولا ہوا" مطلب انا کی نفی کر کے وہ اپنی ذات کو بھول چکا ہے، جسے آپ نے اپنی شاعری میں تخلص کے طور پر استعمال کیا اور آج تک آپ کو بابا بلھے شاہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت بلھے شاہ کی زندگی اور شاعری مذہبی ملّاؤں اور پنڈتوں سے نبرد آزما رہی۔ فرسودہ ذات پات کے نظام اور طبقاتی تفریق کو بلھے شاہ نے خاص طور پر ہدفِ تنقید بنایا، اسی لیے ان کا کلام پنجاب کے علاوہ سندھ، راجستھان اور ہندوستان میں یکساں مقبول ہے۔

اسی تناظر میں آپ نے یہ لافانی شعر کہا تھا:

عاشق ہوئیوں ربّ دا
ملامت ہوئی آ لاکھ
لوگ کافر کافر آکھ دے
توں آہو آہو آکھ

بُلھے شاہ کو پنجاب کا سب سے بڑا صوفی شاعر کہا جاتا ہے اور آپ کے کلام کو صوفی کلام کی چوٹی کا درجہ حاصل ہے۔ انہوں نے اشعار، کافیاں، دوہڑے، سہ حرفی اور بارہ ماہے لکھے جن کو روحانی اعتبار کے ساتھ ساتھ ادبی نقطۂ نظر سے بھی فن کی بلند ترین سطح پر رکھا جا سکتا ہے۔

حضرت بابا بلھے شاہ کو ان کے ہم عصر "ملاں" نہ سمجھ سکے چنانچہ تقریباً پچاس مولویوں نے آپ پر کفر کا

فتویٰ لگایا اور اعلان کیا کہ ان کو مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے'' چنانچہ وصال کے بعد ''ظاہری مولویوں'' نے آپ کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا لیکن قصور ہی کی ایک بڑی مذہبی شخصیت سید زادے قاضی حافظ سید زاہد ہمدانی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں قصور میں قبرستان سے باہر ایک الگ جگہ پر دفن کیا گیا مگر ان کا مقام دیکھیے کہ اب بڑے بڑے دولت مندان کے مزار کے قریب دفن ہونے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ آج بُلھے شاہ کروڑوں مدّاحوں کے دلوں میں زندہ ہے:

بُلھے شاہ اساں مرنا ناہیں
گور پیا کوئی ہور

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ علم کا غرور سب غروروں سے بُرا ہوتا ہے چنانچہ اسی غرور کے ردّ میں اور ایسے ملاؤں کے ردّ میں آپ نے فرمایا:

علموں بس کریں او یار
اِکّو الف ترے درکار
پڑھ پڑھ شیخ مشائخ کہاویں
الٹے مسئلے گھروں بناویں
بے علماں نوں لُٹ لُٹ کھاویں
جُھوٹھے سچّے کریں اقرار
علموں بس کریں او یار
اِکّو الف ترے درکار

ذرا غور کریں بابا بلھے شاہ کے دور میں علم والوں کے حالات ایسے تھے تو آج ہمارے دور کے ظاہری علماء کا حال کیا ہوگا۔

ایک مقام پر بےعمل علماء کی خوبصورت تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مُلّا تے مشعلچی دوہاں اِکّو چِت
لوکاں کردے چاننا تے آپ ہنیرے وِچ

''مُلّا اور مشعل بردار دونوں ایک جیسے ہیں، لوگوں کو روشنی دکھاتے ہیں مگر خود اندھیرے میں رہتے ہیں''۔

اسی مفہوم کو اردو محاورہ میں یوں کہا گیا ہے:

''چراغ تلے اندھیرا''

یعنی جس طرح چراغ کے نیچے روشنی نہیں ہوتی حالانکہ چراغ اپنے ماحول کو روشن کر دیتا ہے اسی طرح بےعمل علماء اپنے علم سے خود فائدہ نہیں اٹھاتے حالانکہ ان کے علم سے ایک عالم فائدہ اٹھا کر جنت حاصل کر لیتے ہیں۔

فتنہ علم اور بدعمل علماء کے ردّ میں اقبال نے جو کچھ لکھا ہے اسے بھی ملاحظہ کریں:

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اک مسئلۂ علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام
میں نے اے میر سپہ! تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھو اللہ ، کی شمشیر سے خالی ہیں نیام
آہ! اس راز سے واقف ہے نہ مُلّا، نہ فقیہ
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

ایک حدیث کا مفہوم بھی ہے:

''جنتی لوگ دوزخ میں ایک بندے کو دیکھ کر حیرانگی کا اظہار کریں گے کہ آپ سے باتیں سن سن کر ہم لوگ جنت میں آ گئے آپ کیوں دوزخ میں ہیں، تو وہ کہے گا کہ میں اپنے علم پر عمل نہیں کرتا تھا، آپ نے عمل کیا اور جنت حاصل کر لی''۔

بابا بلھے شاہ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

بُلھیا کیہہ جاناں مَیں کون؟
نہ مَیں مومن وچ مسیت آں
نہ مَیں وِچ کفر دیاں رِیتاں
نہ مَیں پاکاں وِچ پلیت آں
نہ مَیں موسیٰ نہ فرعون
کیہہ جاناں میں کون؟

بُلھے شاہ نے لوگوں کو مذہبی جبر کے خوف سے نکالا۔ رنگ، نسل، ذات برادری، قوم، ملک کے نام پر انسانوں کی تقسیم کے عمل کے خلاف آواز بلند کی اور بین الاقوامی بھائی چارے کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ اپنے آپ کو کس نام سے پکاروں؟ یہ میں نہیں جانتا۔ میں نہ تو ایسا مومن ہوں جس کا مذہب صرف مسجد میں پانچوں وقت کی حاضری تک محدود ہے، جسے دین کے دیگر فرائض کا کچھ علم نہیں، جو حقوق العباد سے یکسر غافل ہے۔

میں کفر کے رسم و رواج میں جکڑا ہوا کافر بھی نہیں ہوں۔ میں فرسودہ روایات کا باغی ضرور ہوں مگر مجھے کافر نہیں کہا جا سکتا۔ میں مُلّاؤں اور پنڈتوں کی لاگو کی ہوئی خود ساختہ رسوم و قیود کو مسترد کرتا ہوں۔ مجھے اپنی پارسائی کا بھی کوئی زعم اور دعویٰ نہیں ہے۔ میں گنہگاروں میں نیک کہلوانے کا آرزومند نہیں ہوں۔ میں دوسروں کو نفرت سے ناپاک کہہ کر اپنے آپ کو پاکباز ثابت نہیں کرتا۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح پیغمبر بھی نہیں ہوں۔ لوگ نبوت کے دعوے دار بن کر سادہ لوح لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں مگر میں ایسا نہیں کرتا۔ میں فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ بھی نہیں کرتا اور نہ جبر و ستم سے لوگوں کی زندگی اجیرن کرتا ہوں۔ میں اپنی حقیقت سے بےخبر ہوں کہ آخر میں کون ہوں؟

ایک دوہڑا ملاحظہ فرمائیں:

اس کا مُکھ اک جوت ہے
گھونگھٹ ہے سنسار
گھونگھٹ میں وہ چھپ گیا
مُکھ پر آنچل ڈار
(ڈار: ڈال)

عشقِ حقیقی کا اظہار ہے کہ مالکِ حقیقی کا چہرہ، اس کا وجود روشنی کا سرچشمہ ہے۔ اس کی ذات نور ہی نور ہے جس کی تجلی کی تاب لانا بشر کے لیے ممکن ہی نہیں۔ وہ ایسا معشوق ہے جس نے اپنے عاشق کو تڑپانے کے لیے اپنا حسن و جمال اس دنیا کی چلمن کے پیچھے چھپا رکھا ہے اس کے باوجود اس کے حسن کی روشنی کائنات کے ذرّے ذرّے سے پُھوٹ رہی ہے۔ اس دنیا کا آنچل چہرے پر ڈالنے کے باوجود اس مالکِ حقیقی کا جمالِ جہاں افروز ہویدا ہے۔

صوفیا کا طریقِ تبلیغ محبت اور خدمت ہوتا ہے کیا خوبصورت سبق دیا بابا بلھے شاہ نے:

اٹ کھڑکے دکڑ وجے
تتا ہووے چلھا
آون فقیر کھا کھا جاون
راضی ہووے بلھا

آیئے اپنی تحریر کو بابا بلھے شاہ کے اس سبق آموز شعر پر ختم کروں:

نہ کر بندیا میری میری
نہ تیری نہ میری
چار دناں دا میلہ
دنیا فیر مٹی دی ڈھیری

مکتوبات

مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید جلال الدین حسین مخدوم جہانیاں جہاں گشت اردو ترجمہ ترتیب و تدوین
پیر محمد محی الدین سید کامران علی بخاری الحسینی (وڈ پگہ شریف پشاور)

سید کامران بخاری

تیسرا خط

آپ کو (قلبی) فرزندی میں لینا نصیب رہے، وہ نصیحتیں جو رحمتِ عالمیان (کل جہانوں کی رحمت) کی طرف سے ہم کو پہنچی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تابحدامکان فضول کاموں سے اور عمرو زید کی صحبت سے بچے تاکہ حق تعالیٰ کی یاد سے محروم نہ رہے۔

کہ حدیث میں ہے:

قال النبی ﷺ من جاوز الاربعین ولم یغلب خیرہ علی شرہ فلیتجھزہ الی النار

اور حدیث شریف کے معانی اس طرح ہیں کہ جس شخص کی عمر کے چالیس سال گزر گئے اور اس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر غالب نہ آئیں تو وہ جہنم کی تیاری کرلے۔

البتہ اس آخری زمانے میں لوگوں کو اچھی نصیحت کرنا آسان ہے لیکن اس کو قبول کرنا مشکل ہے خصوصاً عوام الناس کو جو خود پرست ہیں۔

کہ حدیث پاک میں ہے کہ خواہش پرستوں کو نصیحت اندرائن یعنی کڑتمہ سے زیادہ کڑوی لگتی ہے۔

خصوصاً اس شخص کو جو طالبِ دنیا اور حب وجاہ کا قیدی ہو۔ اور ایسے شخص کو نصیحت کرنا ایسے ہے جیسے کسی بے خبر مست (جس کو اپنا پتہ نہ ہو) کے سرہانے جا کر تو کہے شراب نہ پی اور وہ اپنی ذات میں مست و بے خبر ہو، تو تیری یہ گفتگو اس کے حق میں بے کار اور بے فائدہ ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پہلے قبولیت رکھنے والی جگہ ہو اور اس گھڑی نصیحت (کارآمد ہوتی ہے)

خصوصاً اس زمانے میں کہ عام و خاص سب نے بدانجام زمانہ کے اثر کرنے کی وجہ سے اپنے دین کو ظالم و مردار دنیا حاصل کرنے کے لیے ظالموں اور مفسدوں کے پاؤں تلے روند رکھا ہے۔

ان میں خیر و برکت نہیں رہی ہے۔

نصیحت کی جگہ کہاں رہ گئی ہے کوئی نیک بخت چاہیے کہ وہ شرع کی نصیحت پر کان دھرے۔

چوتھا خط

آپ کا فرزند (قلبی) ہونا قائم رہے محض علم سے منزلتِ قرب حاصل نہیں ہوتی۔

کہ حکم شریعت ہے کہ پہلے علم کی سعادت مندی حاصل کرنی چاہیے اس کے بعد عمل کرنا چاہیے۔

کیونکہ علم درخت کی مانند ہے اور عمل اس کا پھل کی طرح ہے تو لذت اور مٹھاس پھل میں ہے نہ کہ درخت میں۔

اگر کوئی شخص یہ اعتقاد کرے کہ محض علم کافی ہے اور علم کی وجہ سے آخرت میں چھٹکارا پانے والا ہوگا تو یہ فلسفیوں کا مذہب ہے (اللہ پاک ان کو رسوا کرے) کہ وہ علم کو عمل کے ساتھ منسلک نہیں سمجھتے۔

سبحان اللہ! اتنا تو عقل والوں کو معلوم ہے کہ جس شخص نے حاصل کردہ علم کو عمل کے ساتھ منسلک نہ کیا تو اللہ عزوجل کے ہاں اس کی بہت زیادہ باز پرس ہوگی۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

''لوگوں میں بہت سخت عذاب قیامت کے دن اس عالم کو ہوگا جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا''۔

اور نبی ﷺ سے مروی ہے: ''بے عمل عالم کے لیے ''ویل'' ستر بار ہے اور جاہل کے لیے ایک بار''۔

جان رکھو ''ویل'' دوزخ کے ایک دشت کا نام ہے کہ جس کی انتہا نہیں ہے، ساتوں دوزخوں کا عذاب اس ایک ویل میں جمع کیا گیا ہے۔ بے عمل عالموں کو اس میں ستر مرتبہ ڈالیں گے اور نا جاننے والوں کو ایک بار۔

حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے کتب احادیث میں اس طرح کی احادیث بہت زیادہ مروی ہیں۔۔۔۔۔ اس پر غور کر!

پانچواں خط

آپ کو فرزند (قلبی) ہونا نصیب رہے، مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فرمان میں نے پڑھا ہے۔

حکایت:

ایک رات خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے ایک معتقد نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ (عالم برزخ) کی کیا خبر ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک تمام کو محل عتاب میں کھڑا کیا گیا ہے تا آں کہ محمد آخر الزمان ﷺ کی بعثت ہو جائے۔ پھر معتقد نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دارین کی نعمتیں عطا کر رکھی تھیں کس چیز کی وجہ سے آپ کی بخشش ہوئی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عبادتیں ضائع ہوگئیں اور اشارات فنا ہو گئے ہمیں صرف ان چند رکعتوں نے فائدہ دیا جن کو رات کے پیٹ میں ادا کیا۔ (یعنی تہجد کی نماز)

چھٹا خط

آپ کا فرزند قلبی رہنا قائم ہے، کوئی زمانہ عمل سے خالی ہوتا اور یقین سے جانو کہ صرف علم مدد نہیں کرتا ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک شخص جنگل میں ہو اس کے پاس چاروں قسم کے ہتھیار تلوار، زرہ، کمان، ترکش موجود ہوں۔

تو اس کے سامنے دشمن یا درندہ آ جاتا ہے اور وہ ان میں سے کسی ہتھیار کو استعمال نہیں کرتا تو دشمن کو دور کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ یقیناً اس نے خود کو سیدھا سیدھا ہلاکت میں مبتلا کیا اس طرح اگر کوئی عالم ہزاروں مسئلے پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کے لیے علم کچھ بھی نفع دینے والا اور مددگار نہ ہوگا اور عذاب سے تھوڑا سا چھٹکارا بھی نہیں پائے گا۔ اس کی دوسری مثال یوں سمجھو کہ کوئی شخص موسم گرما میں (بوجہ گرمی) بیمار ہو جاتا ہے تو علاج آبِ جو اور زیرہ ہے۔ اگر وہ بیمار (اس دوائی کا علم رکھتا ہے) اس کو استعمال نہیں کرتا اس کی بیماری دور نہ ہوگی۔

اس طرح اگر کوئی شخص ہزاروں مسئلے پڑھ لے، اور ان پر عمل نہ کرے تو وہ علم نفع دینے والا اور اس سے فائدہ لینے والا نہ ہوگا قرآن و حدیث کے مطابق۔

قرآن مجید کی آیت یہ ہے کہ:

''اور یہ کہ انسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرے گا اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی''۔

اگر فرزند (قلبی) نے کہ اس آیت کے متعلق پڑھا ہو کہ یہ آیت منسوخ ہے، لیکن ان دوسری آیتوں کے بارے میں کیا کہے گا قولہٗ تعالیٰ:

''تو جسے اپنے ربّ سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے۔مگر جس نے توبہ کی ایمان لایا اور نیک عمل کیا''۔

اس طرح کی آیات زیادہ ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کے احکام اس بارے میں احادیث شریفہ میں موجود ہیں۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

(پہلی) شہادت دینا اس بات کی کہ اللہ کا غیر لائق عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

(دوسری) نماز قائم کرنا۔

(تیسری) زکوۃ ادا کرنا

(چوتھی) رمضان کے مہینے کے روزے رکھنا

(پانچویں) حج بیت اللہ کرنا، اگر استطاعت ہو۔

ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے۔

اس تمام گفتگو کا مقصد عمل کرنے کو ثابت کرنے کے لیے تحریر ہوا۔

تنہا علم فائدہ دینے والا نہیں (لہٰذا علم کے ساتھ عمل کرو) تاکہ قیامت کے دن تم اور وہ شخص جو نیک عمل لائے چھٹکارا پائے۔

اے میرے پیارے بیٹے اس وقت تک کوشش جاری رکھ جب تک تجھے مراد حاصل نہ ہو جائے، اس کے فضل و کرم کے ساتھ۔

کہ حدیث میں ہے:

''اس کے معنیٰ ہے کہ جس نے کسی چیز کو تلاش کیا اور کوشش کی تو اس نے پالیا''۔

اور دوسری حدیث ہے:

مَنْ قَرَعَ بَابًا وَلِجَ وَلِجَ

معنیٰ یہ ہوئے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ جواب پاتا ہے اور اس عنوان پر احادیث و اقوال بے شمار ہیں۔

ساتواں خط

آپ کا فرزند قلبی ہونا قائم رہے۔ قیامت کے دن ایمان داروں کو صرف علم سیکھنے کی وجہ سے جنت میں نہیں لے جائیں گے بلکہ یہ بات تمام کتب اور تفاسیر میں ذکر کی گئی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک اللہ کی رحمت بھلائی کرنے والوں کے نزدیک ہے''۔

پس جس کو رحمت خداوندی نہ پہنچے وہ جنت میں کب داخل ہو سکتا ہے کیونکہ صرف ایمان کی وجہ سے مومن جنت میں یک دم داخل نہیں ہو سکتا ہے۔

جب تک کہ برے اعمال کی سزا نہ پالے اور اس گھڑی اللہ کے کرم سے بغیر عمل کے (کوئی شخص) چھٹکارا پا جائے اس کو شمار میں نہیں لانا چاہیے کیونکہ مرنے کے وقت سے بہشت میں داخل ہونے تک بہت سی گھاٹیاں ہیں اس گھاٹیوں کو طے کر کے بہشت تک پہنچ سکتا ہے۔

لیکن نیک لوگوں کے حق میں حق عزوجل کو فرمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ان کو وجود میں آنے سے لے کر جنت میں داخل ہونے تک کوئی مشقت و تکلیف نہ ہوگی۔ قرآن مجید کی نص سے دلیل سنو!

اللہ پاک کا فرمان ہے:''سن لو کہ اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم''۔

پس نص قرآن و حدیث سے ثابت ہو گیا کہ مومن کی سلامتی آخرت کی گھاٹیوں سے نیک عمل کی وجہ سے ہے۔

کہ حدیث میں ہے کہ اصحاب کرام میں سے ایک صحابی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے سینے میں خدا کے خوف کے سوا اور کوئی علم نہیں رکھتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تجھے علم کی اس مقدار میں کفایت فرمائے جس سے تو اللہ کا خوف رکھے''۔

کیونکہ مقصود عمل ہے نہ کہ علم کا پڑھنا اور جاننا۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہے وہی عالم ہے۔ نیک عمل والوں کے لیے جنت کے وعدے بہت ہیں۔

آٹھواں خط

آپ کا قلبی بیٹا ہونا قائم رہے! جب تک تُو کام نہیں کرے گا مزدوری نہیں پائے گا چنانچہ گزشتہ زمانے کی ایک حکایت ہے:

حکایت:

کہا جاتا ہے کہ ایک درویش اپنی جھونپڑی میں مصروف عبادت تھا، پس اس کے گھر والوں کو سات فاقے لگے اور درویش عبادت میں مشغول رہا۔

ایک دن اس کی بیوی بچوں نے کہا:''آپ کیوں کام نہیں کرتے تاکہ آپ کو مزدوری ملے (تاکہ بچے کھانا کھا سکیں) اور ہم کو وقت گزارنے کے اعتبار سے پورا اطمینان نصیب ہو۔

درویش نے کہا:''میرے ذمہ جو کام ہے روزانہ میں کرتا ہوں لیکن میرے مالک نے اس کی مزدوری کا وعدہ کل کا کیا ہے''۔

تو اہل خانہ نے کہا:''لوگوں کو کام کرنے کے بعد فوراً مزدوری مل جاتی ہے اور تُو مزدوری کل کا وعدہ دینے پر کیوں کرتا ہے؟ (آج) تُو اپنے مالک سے مزدوری طلب کر کے ہمارے پاس لا!

پس درویش نے عادت کے مطابق عبادت مکمل کی۔

عبادت سے فراغت کے بعد سر سجدے میں رکھا اور اپنا راز بے نیاز کی بارگاہ میں پیش کیا اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے مزدوری مانگی۔

جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جنت کے موتیوں کا ایک تھال بھر کے میرے اس عبادت گزار بندے کے گھر والوں کے پاس جلدی سے لے جا کر کہہ دو، کہ یہ درویش کی آج کے دن کی مزدوری ہے لے لو!

جبرائیل علیہ السلام حکم کے مطابق جنت کے موتیوں کا تھال بھر کے درویش کے گھر کے سامنے گئے، آواز دی اہل خانہ باہر نکلے تو پوچھا یہ آپ کے ہاتھ پر کیا ہے؟

تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:''تمہارے مالک نے درویش کے کام کی مزدوری تمہارے پاس بھیجی ہے''۔ درویش کے گھر والے خوش ہو گئے اور موتیوں کو ہاتھوں میں لے لیا۔ ان میں سے ایک موتی فروخت کر کے کھانے پینے کا اور دیگر ضروریات کا انتظام کر لیا اور درویش عبادت سے فارغ ہو کر جب اپنے گھر آیا تو کھانا پکنے کے آثار اور دیگر ضروریات کو موجود دیکھا۔ جب گھر کے اندر داخل ہوا تو گھر والوں نے کہا آج تمہارے مالک نے بہت سے موتیوں کو تمہارے کام کی مزدوری کے طور پر ہمارے پاس بھیجا ہے اس سے ہم نے باورچی خانہ کو تازہ کیا اور اپنی دیگر ضروریات کو پورا کیا۔

اے فرزند معتقد (اعتقاد رکھنے والے بیٹے) اپنے دل میں یہ بات نہ لانا کہ جو عبادتیں اور نیکیاں ہم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ان کا بدلہ ہم پائیں گے یا نہیں پائیں گے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت رسالت پناہ

ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول ﷺ آپ کی اُمت میں سے شرابی، ڈاکو، حرام خور، زانی سے زیادہ برا کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ، ان گناہ گاروں سے زیادہ برا شخص وہ ہے جو نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے اور صدقہ دیتا ہے اور پھر خوف رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو قبول نہ کرے گا۔

پس چاہیے کہ فرزند مذکور عبادت و خیرات میں کوتاہی و غفلت نہ کرے بندہ کے لیے بندگی کرنا شرط ہے۔

قبولیت اللہ جل شانہ کے دست قدرت میں ہے۔ بندہ کو اس میں کوئی اختیار نہیں۔

جس طرح کہ حکایت میں آیا ہے کہ ایک دن ایک درویش جنگل میں عبادت کر رہا تھا کئی سال عبادت و ریاضت میں گزارے تھے۔ فرشتہ کو حکم ہوا اس درویش کے پاس جا کر کہہ عبادت میں اتنی مشقت و دکھ کیوں اٹھا رہا ہے، تیری تھوڑی سی بھی عبادت قبول نہیں ہے۔

اس فرشتے نے درویش سے یہ بات کہی اور جانے لگا، تو درویش نے مجاہدات کی برکت سے جان لیا کہ یہ فرشتہ ہی ہے۔ تو درویش نے جواب دیا، اے فرشتے تجھے قسم ہے خدائے بزرگ و برتر کی جس نے تجھے بھیجا ہے۔ جب واپس جانا اس کو میری تحیت پیش کرنا اور عرض کرنا اے خدا عز و جل تو نے ہم کو اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے تو ہمارا کام بندگی کرنا ہے قبول کرنا یا نہ کرنا تیرا کام ہے ہم کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

فرشتہ جب اپنے مقامِ مناجات پر کھڑا ہوا تو فرمان باری تعالیٰ ہوا کہ کیا کہا تو نے اس بندہ کو اور اس نے کیا جواب دیا، فرشتے نے عرض کی، اے خدا! میں جب اس کے پاس گیا اور کہا کہ تیری عبادت میں سے تھوڑی سی بھی قبول نہیں تو اس درویش نے عرض کیا مجھے بندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے جب تک زندہ ہوں عبادت کرتا رہوں گا۔ ہاں بندگی قبول کرنا تیرے دست قدرت میں ہے۔ میرا اس میں کیا کام؟

حضرت ذوالجلال کی بارگاہ سے ارشاد ہوا کہ، اے میرے فرشتو گواہ ہو جاؤ میں نے اپنے اس بندے کو بخش دیا ہے اور اس کی عبادت کو قبول کر لیا ہے۔

پس اے بیٹے ہر حال میں اللہ کی عبادت اور نیکیوں میں مشغول رہو تا کہ اُس کے فضل سے دونوں جہانوں میں کامیابیاں پاؤ۔

نواں خط

آپ کا فرزند قلبی ہونا قائم رہے! اے میرے بیٹے حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے اعمال کے حساب کی جانچ کر لو اس سے پہلے حساب لیا جائے، اور اپنے اعمال کو تولے جانے سے پہلے تول لو''۔

اور نبی علیہ السلام سے مروی ہے:

''جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ بغیر محنت و مشقت کے اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جائے گا تو وہ صرف آرزو رکھنے والا ہی ہے اور جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ محنت و مشقت سے واصل ہو گا وہ بھی کامیاب نہیں لیکن اجر کا امیدوار ہے'' (مطلب یہ کہ وصول الی اللہ اللہ جل شانہٗ کے فضل سے ہی ممکن ہے)۔

دسواں خط

آپ کا قلبی ہونا قائم رہے! تمام حالتوں میں اے فرزند آپ کو چاہیے کہ عمل کی کوشش کرتے رہیں، اور وہ دولتِ (قربِ الٰہی) حاصل نہیں ہو گی جب تک مخلوق کی صحبت سے دور نہ ہو جاؤ۔ (عمل کے ساتھ جس وقت مخلوق سے دور ہو جاؤ گے) اس گھڑی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچنا نصیب ہو جائے گا۔

دیکھو اے فرزند تمام دن علوم کے حاصل کرنے میں گزارنا اور راتیں تکرار اور عبادت میں گزارنا اور رات جو کہ آرام اور سکون کا وقت ہے۔

یہ ساری مشقت اور دکھ اے فرزند جو آپ نے اٹھائی۔ مجھے نہیں پتا کہ اس کا باعث کیا تھا یعنی کس وجہ سے یہ کیا ہے اگر اس مقصد دنیا کا حاصل کرنا اور لوگوں پر بڑا پن ظاہر کرنا اور اپنے آپ کو بڑا دکھانے کے لیے ہے۔ پس یہ سب کچھ کر کے آپ نے اپنی عمر کو ضائع کر دیا ہے۔

کیونکہ حدیث پاک میں ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص فخر و ناز کرنے کے لیے علم حاصل کرتا ہے اور مومنین کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے علم حاصل کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اگر اس کا مقصود پیغمبر علیہ السلام کی شریعت کو زندہ کرنا ہے تو آپ کے لیے خوشخبری ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''عین المعانی'' میں لکھتے ہیں:

اس کے معانی یہ ہیں کہ، نیک عمل کے بغیر جنت کی طلب گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی مخالفت کرتا ہے اور آخرت کے لیے عمل کرتا ہے اور بے وقوف ہے وہ جو نفس اور اس کی خواہش کی اتباع کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی معرفت و رضا کی اُمید رکھتا ہے۔

حضرت لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی

''صاحب نسبت شخص جب یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر گزرنے والی واردات تین حالتوں سے خالی نہیں اگر تو وہ بالکل سطحی، وقتی اور عارضی ہوں تو یکسوئی کی اس کیفیت کو وقت کہہ دیتے ہیں اور اگر ان میں استقلال آ جائے تو پھر یہ حال بن جاتی ہیں اور حال باقاعدہ ایک نور کی شکل میں ہوتا ہے جو سالک کے سر سے لے کر اس کے مقام تک طولانی کرن کی صورت میں نظر آتا ہے اور یہ بھی ذہن میں رکھا جائے حال بے عملی اور بے التفاتی سے زائل بھی ہو جاتا ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ گرائے تو نہیں گرتا اور حال ملکہ راسخہ بن جائے تو پھر اسے مقام کہتے ہیں''۔

سنابلِ نور سے ایک اقتباس

منجانب: سید فضل حسین شاہ، راولپنڈی

روحانی تھراپی

ماسٹر احسان الٰہی

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اقوال میں تمام نفسیاتی مسائل کا حل موجود ہے ۔جن کو انگریزی میں (Healing Quotes) بھی کہا جاتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پریشانی خاموش رہنے سے کم ،صبر کرنے سے ختم اور شکر بجالانے سے خوشی میں بدل جاتی ہے جو تمہیں خوشی کے موقع پر یاد آئے ،سمجھ لو کہ تم اس سے محبت کرتے ہو اور جو تمہیں غم کی شدت میں یاد آئے تو سمجھ لو کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔کبھی کسی کے سامنے اپنی صفائی پیش نہ کرو کیونکہ جسے تم پر یقین اور اعتماد ہے اُسے ضرورت نہیں اور جسے تم پر یقین اور بھروسہ نہیں ، وہ مانے گا نہیں ۔ ہمیشہ سچ بولو کہ تمہیں قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے ، انسانوں کے دل وحشی ہیں جو انہیں موہ لے اسی پر جھک جاتے ہیں ۔فرماتے ہیں جب عقل پختہ ہوجاتی ہے باتیں کم ہوجاتی ہیں۔انسان زبان کے پردے میں چھپا ہے۔ جو بات کوئی کہے تو اس کے لیے برا خیال اس وقت تک نہ کرو جب تک اس کا کوئی اچھا مطلب نکل سکے ، دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ چھونے میں نرم اور پیٹ میں خطرناک زہر۔کسی کے خلوص اور پیار کو اس کی بے وقوفی مت سمجھو ورنہ کسی دن تم خلوص اور پیار تلاش کرو گے اور لوگ تمہیں بے وقوف سمجھیں گے ۔ جو بھی برسرِ اقتدار آتا ہے اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔فرماتے ہیں بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے سے بچو۔لوگوں کو دعا کے لیے کہنے سے زیادہ بہتر ہے ایسے کام کرو کہ لوگوں کے دل سے خود بخود آپ کے لیے دعا نکلے ۔مومن کا سب اچھا عمل یہ ہے کہ وہ دوسروں کی غلطیوں کو نظرانداز کردے ،سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ دوسروں پر وہ عیب لگاؤ جو تم میں خود موجود ہے ،جو ذرا سی بات پر دوست نہ رہے وہ دوست تھا ہی نہیں ۔جس کو ایسے دوست کی تلاش ہو جس میں کوئی خامی نہ ہو اسے کبھی دوست نہیں ملتا۔انصاف یہ نہیں کہ بدگمانی پر فیصلہ کردیا جائے ،حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے، حکمت خواہ منافق سے ملے لے لو،کسی کی مدد کرتے وقت اُس کے چہرے کی جانب مت دیکھو، ہوسکتا ہے کہ اس کی شرمندہ آنکھیں تمہارے دل میں غرور کا بیج بودیں۔

ایک شخص نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا کہ جب ہماری قسمت پہلے سے لکھی ہوئی ہے تو ہمیں دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی قسمت میں یہ لکھا ہو کہ جب آپ مانگیں تو ہی آپ کو ملے گا۔صبر کی توفیق مصیبت کے برابر ملتی ہے اور جس نے اپنی مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارا، اس کا کیا دھرا بے معنی اور اکارت گیا۔پھر آپ نے فرمایا موت کو ہمیشہ یاد رکھو مگر موت کی آرزو کبھی نہ کرو، قناعت وہ دولت ہے جو ختم نہیں ہوسکتی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات ، اقوال ، وعظ ،عمل ، کمالات ، علم ، معرفت ، ایمان ، تقویٰ ، توکل ، قناعت ، شکر ، بندگی ، اطاعت ، سخاوت ، عبادت ، عجز و انکساری ، حکمت ، دانائی ، ایثار اور قربانی ایک عام انسان کی سوچ سے بالا ہے ۔جس بدنصیب کو آپ کی معرفت نصیب نہیں وہ شخص لا علاج ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو کوئی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا اسے چاہیے کہ اس دروازے سے آئے۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل میں ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھ میں خیبر فتح ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا اور اس اللہ اور اُس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرے گا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انتظار میں تھے کہ یہ سعادت ہم میں سے کسی کو ملے گی۔ اگلے روز صبح حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔اس وقت آپ کو آشوب چشم کا مرض لاحق تھا۔ حضور پاک ﷺ نے آپ کی چشمان مبارک پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور پوچھا اے علی اَب کیسے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسا ہوں جیسے مجھے یہ مرض لاحق ہوا ہی نہ تھا اور پہلے سے زیادہ روشن دکھائی دے رہا ہے اور پھر آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کی روانگی کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پرچم اسلام عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور آقا ﷺ کی مانگی ہوئی دعا سے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خیبر فتح کردیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

تم میرے نزدیک وہ مقام رکھتے ہو جو مقام موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا۔البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے علی ! تم سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور تم سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آقا ﷺ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے نکلا ہر جملہ شفا بن جاتا ہے۔اور علی المرتضیٰ کی انکساری کا یہ مقام تھا کہ خود فرماتے ہیں:

"اے اللہ میری عزت کے لیے یہی کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے فخر کے لیے یہی کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے۔تُو ویسا ہے جیسا میں چاہتا ہوں ،بس تُو مجھے ویسا بنا جیسا تُو چاہتا ہے۔ یا اللہ! تُو مجھے اتنا جانتا ہے جتنا میں نہیں جانتا اور جتنا میں اپنے آپ کو جانتا ہوں ، اتنا لوگ نہیں جانتے ۔ یا پروردگار! میرے بارے میں لوگوں کا جو گمان ہے،ہمیں اس سے بہتر مقام عطا کر اور ہماری جن باتوں کا ان کو علم نہیں ان کا پردہ رکھ اور جو ہم اہل بیت سے محبت کرے، اسے فقر کی چادر اوڑھنے کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ نفس خوشامد اور تعریف پسند کرتا ہے۔جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو درست رکھا، اللہ اس کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان کے معاملات درست کردے گا"۔

کردار خود ابھر کر کہانی میں آئے گا

حافظ شیخ محمد قاسم

زندگی جس قدر پیچیدہ ہوتی چلی جارہی ہے اسے سہل اور آسان بنانے کے نئے نئے طریقے ایجاد کیے جارہے ہیں۔ اس مقصد لذیذ کے حاصل کرنے کے لیے جماعت سازی، تنظیم آفرینی اور بہت سے لوگوں کے جواہر جمع کرکے روبہ کارکرنے کا اسلوب عام اور ارزاں ہے۔ شاہ جی تعلیمی زندگی ہی سے کسی نہ کسی جماعت اور تنظیم سے وابستہ رہے۔ ایک مرتبہ آپ نے تنظیمی زندگی کو کامیاب بنانے کا بڑا خوبصورت فارمولا بیان فرمایا کہ مدح اور ذم دونوں سے بے نیاز ہوجانا، مدح سے چکرانا اور نہ ذم سے گھبرانا اور خودی کو اپنی آبرو کی ڈھال بنانا ہے۔ پھر آپ نے عمرو بن احمر کا عربی شعر پڑھا اور آپ اکثر یہ شعر حسب ضرورت پڑھ لیتے ہیں:

متیٰ تطلب المعروف فی غیر اھلہ
تجد مطلب المعروف غیر یسیر
اذا انت لم تجعل لعرضک جنۃ
من الذم، سار الذم کل مسیر

''نیکی نا اہل لوگوں سے کب کمائی جاسکتی ہے اگر ایسا ہوتو پھر نیکی تک رسائی آسان تھوڑی ہی رہتی ہے جب تو مذمتوں کے مقابلے میں اپنی عزت کی ڈھال خود نہ بنائے گا پھر ہر قسم کی مذمت آسان ہوجائے گی''۔

شاہ جی کی تنظیمی زندگی میں اکثر میں نے دیکھا ہے کہ آپ خاموش رہ کر بہت سے مسائل حل کرلیتے ہیں اور چھوٹے کارکنوں کی باتیں انتہائی تحمل اور صبر سے سنتے ہیں۔ ہر مشکل مسئلہ کے چار پانچ حل آپ نے سوچ رکھے ہوتے ہیں۔ تدابیر کی ہر جہت اور زاویہ پر خوبصورت اور محکم استدلال کا آپ کو ملکہ حاصل ہے۔ آپ کی آراء سرسبز درخت کی شاخوں کی طرح ہوتی ہیں، آپ لوگوں کے طائرفکر کو کسی نہ کسی شاخ پر بٹھا لیتے ہیں۔ شاہ جی چھوٹے کارکنوں کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہیں، دوران گفتگو اتنے محتاط رہتے ہیں کہ دلوں کے نازک آبگینے بھی ٹوٹنے نہیں پاتے۔ تنظیمی زندگی میں حرص و آز سے دامن بچائے رکھنا اتنا آسان کام نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ آپ ضمیروں پر مذہب و محبت کا مرہم لگاتے رہتے ہیں۔ غلطیاں دوسروں کی ہوتی ہیں معافی کے خواستگار شاہ جی رہتے ہیں۔ بعض متجدد لوگوں نے مجدد لفظ کا حسن خوب لوٹا ہے وگرنہ شاہ جی کے لیے میں کہہ دیتا کہ قدیم اقدار کو انسانی زندگی میں باوقار مقام دینے میں شاہ جی کی جدوجہد تجدید و تحریک کا آہنگ رکھتی ہے۔ یہ لکھنے میں گھبراہٹ اس لیے نہیں ہوئی کہ شاہ جی القاب کے سائے میں نہیں جیتے، وہ زندہ پائندہ اصول شریعت کی فضا میں دم بھرتے ہیں۔ شاہ جی ایک گہری اور عمیق شخصیت کا نام ہے۔ آپ دوسرے لوگوں کو اتنی عزت دیتے ہیں کہ احترام لفظ ایک قوت محسوس ہوتا ہے۔ ایک قصہ سنتے جایئے، شاہ جی جب جماعت اہل سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ بنے، جماعت کی سٹریٹ پاور محسوس ہونے لگی۔ لاکھوں نفوس پر مشتمل کانفرنسیں ہوئیں، ریلیاں نکلیں اور لانگ مارچ کیے گئے لیکن شاہ جی نے شخصی، ملی اور مسلکی وقار کا دامن داغدار نہ ہونے دیا۔ ایک موقع پر کراچی کے سیٹھوں کی سید شاہ تراب الحق قادری سے ان بن ہوگئی، وہ سب شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ڈاکٹر عبدالرحیم کے گھر میٹنگ ہوئی، لاکھانی بھائی بھی موجود تھے، حاجی حنیف طیب اجلاس میں شریک نہ ہوئے لیکن اپنے مشغولات وہیں پر نمٹاتے رہے۔ سیٹھوں نے شاہ جی سے کہا کہ اگر آپ شاہ تراب الحق قادری کو جماعت کراچی کی امارت سے معزول کردیں تو ہم 16۔ کروڑ روپے جماعت اہل سنت کو دے سکتے ہیں۔ آپ ایک شخص کے لیے کراچی کے سیٹھ، کروڑوں روپے اور کئی شخصیات کیوں قربان کررہے ہیں۔ شاہ جی نے بس اتنا پوچھا:

کیا آپ نے جماعت اہل سنت کا رکنیت فارم پُر کررکھا ہے؟

سیٹھ: ہیں شاہ جی، ایسا نہیں ہے۔

شاہ جی بولے! کیا شاہ تراب الحق قادری میں کوئی شرعی قباحت آگئی ہے؟

سیٹھ: **استغفر اللہ**، وہ سیدزادے ہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے۔

شاہ جی نے کہا: تو کیا شاہ صاحب نے کسی تنظیمی بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے؟

نہیں ایسا ہرگز نہیں، وہ امانت دار انسان ہیں۔

شاہ جی نے دھیمے انداز میں محکم اور نہایت مضبوط فیصلہ سنادیا:

''آپ مال دار لوگ علم کے سوداگر کب سے بن گئے ہو، علماء کو ترازوؤں پر چڑھا چڑھا کر علم و عرفان کی توہین کرتے ہو، تم روحانی بصیرتوں کو نوٹوں کی غلامی کی زنجیریں مت پہناؤ میں تمہارے کروڑوں روپے کے عطیے رد کرتا ہوں اور سید شاہ تراب الحق قادری کے خون کو ناقابل فروخت جانتے ہوئے انہیں کراچی جماعت کی امارت پر قائم رکھتا ہوں''۔

شاہ جی کی تنظیمی زندگی میں ان کی قوت فیصلہ ہمیشہ کرامت بن کر ابھری، جماعت اہل سنت کا ایک چھوٹا سا دھڑا جب ایک باقاعدہ جماعت کی صورت اختیار کر گیا کچھ لوگوں نے شاہ جی کی افرادی قوت کی آماجگاہوں کو خراب کرنے کے لئے سازش کی اور عراق میں امریکی فوجوں کی دہشت گردی کے خلاف احتجاج منظم کیا اور شاہ جی کے حلیفوں کو معصومیت سے استعمال کرنے کی کوشش کی اور ان جلوسوں کو پورے

ملک میں منظم کرنا چاہا۔شاہ جی کے لئے جماعتی وجود کو قائم رکھنے اور امریکی دہشت گردی کے خلاف احتجاج کی فضا سربلند کرنے کے لیے کسی اقدام کی ضرورت محسوس ہوئی۔راولپنڈی سے فون پر صاحبزادہ محمد عثمان غنی نے شاہ جی کو احوال سے آگاہ کیا، تو آپ نے سکھر میں ہی ایک پریس کانفرنس کی اور راولپنڈی سے کراچی تک لانگ مارچ کی کال دے دی۔دنیا بھر میں اس سے بڑا احتجاج کوئی سیاسی اور مذہبی تنظیم نہ کر سکی۔شاہ جی نے پنڈی سے کراچی تک اٹھاسی جلسوں سے خطاب کیا اور بین الاقوامی سطح پر جماعت اہل سنت کا وجود تسلیم کروالیا۔

شاہ جی نے تنظیمی زندگی میں اپنے کارکنوں کو ایک ایسا طرز حیات عطا کیا جسے جب بھی عقل ویقین کی کسوٹی پر رکھا جائے گا لوگ کاملیت کے تصور سے آگاہ ہوں گے اور خلوص، للٰہیت، تقویٰ کی دولت سے تسخیر قلوب ممکن ہوگی۔

شاہ جی اپنی تنظیمی زندگی میں بعض اوقات سنسنی خیز احوال سے دوچار ہوئے۔حکومتوں نے آپ کو دباؤ میں لینے کی سعی کی۔قدآور قائدین نے شاہ جی کو پسپا کرنے کے لیے انتہائی گھٹیا حرکتیں کیں۔باہر سے گھٹیا دشمنوں نے محاصرے کیے، اندر سے موذی امراض نے ستایا لیکن شاہ جی اعصاب شکن بے وفائیوں کا مقابلہ تنہا کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔

ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہنچی تری جوانی تک

ایک دن صبح صبح آپ لاہور کے لیے رخصت ہوگئے، مجھے گیارہ بجے دن معلوم ہوا کہ اتحاد اہل سنت کے لیے اکابرین کا کوئی اجلاس ہے جس میں شرکت کے لیے شاہ جی تشریف لے گئے اور اس مرتبہ شاید لاہور میں شاہ جی کا دو چار دن قیام ہو۔مغرب کی نماز کے لیے مسجد میں داخل ہوا تو پریشان کن حیرانگی نے چکرا دیا کہ شاہ جی خود نماز کی امامت فرما رہے ہیں، نماز سے فراغت کے بعد میں نے گزارش کی آپ نے خود اجلاس میں شرکت کرنی تھی لیکن اتنی جلدی واپسی کیسے ہوگئی۔آپ نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک سرد آہ بھری اور گہرا سانس لیتے ہوئے فرمانے لگے۔اہل سنت کے وجود کو ایک زہریلے دیمک نے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔میں کیا کروں قاسم! تفصیل بہاؤالدین سے پوچھ لینا اس وقت مجھے آرام کے لیے گھر جانے دیں خدا حافظ"۔

میں نے پریشانی کی حالت میں محمد بہاؤالدین کی طرف فون کیا، پتہ چلا کہ اتحاد کے لیے ہر جماعت کی طرف سے تین تین لوگوں نے مذاکرات میں شرکت کرنا تھی۔شاہ جی نے جماعت اہل سنت کے ناظم اعلیٰ ہونے کے ناطے فیصلہ کیا تھا کہ سید مظہر سعید کاظمی، مفتی محمد اقبال چشتی اور آپ خود مذاکرات میں حصہ لیں گے۔اجلاس شروع ہوا تو کاظمی صاحب نے اپنے ساتھ بغیر پروگرام کے امجد علی چشتی کو بیٹھا لیا۔اس طرح جماعت اہل سنت کے لیے ایک ہی نشست باقی بچی جس پر شاہ جی نے تشریف فرما ہونا تھا۔شاہ جی نے بیٹھتے ہی دروازے کی طرف دیکھا تو ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی مفتی محمد اقبال چشتی سے الجھ رہے تھے کہ آپ قانوناً شریک نہیں ہو سکتے۔شاہ جی فوراً اپنی نشست سے اٹھے اور مفتی محمد اقبال چشتی کو اپنی نشست پیش کر دی اور خود راولپنڈی کے لیے روانہ ہو گئے اور بہاؤالدین سے کہا کہ میں خود قربانی دے سکتا ہوں لیکن اپنے کسی کارکن کو بے وقار اور بے عزت ہوتے نہیں دیکھ سکتا ہوں، بعد میں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے باقی تمام جماعتوں کے نصف نصف درجن لوگ بٹھا لیے، صحیح بات یہی ہے کہ داعین اتحاد کی یہی دوست نوازیاں اہل سنت کو بننے نہیں لگنے دیتیں۔

بہر حال شاہ جی نے تنظیمی زندگی میں کارکنوں کی عزت نفس کا خیال رکھنے اور اصول پسندی کی قابل رشک مثال قائم کی ہے۔

وہ چاند ہے تو عکس بھی پانی میں آئے گا
کردار خود ابھر کے کہانی میں آئے گا

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی سے دوبئی ائیرپورٹ پر آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے حضرت کے ہاتھ سے بریف کیس لے کر خود اٹھا لیا۔حضرت نے فرمایا کہ آپ جماعت اہل سنت کے معزز قائد ہیں یہ تکلیف نہ فرمائیں۔شاہ جی نے حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کا حوالہ دیا:

"جس نے ہمارے بڑے کا احترام نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں"۔

تنظیمی اور جماعتی سنگلاخ زندگی میں بلکہ سنگ زنی کرنے والے دوستوں کے لیے بھی شاہ جی نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کو بھلایا نہیں بلکہ اس بات کا ذکر کرنا شائد عبث نہ ہو کہ راولپنڈی کے مولوی اکبر ہاشمی نے کراچی میں جامعہ نعیمیہ کے اجلاس میں پون گھنٹے تک شاہ جی کو ننگی گالیاں دیں جب شاہ جی کے سنگیوں کو ایسی برہنہ حرکت کا پتہ چلا تو نفرتیں بھڑکنے لگیں تو شاہ جی نے فرمایا: کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ میرے نامۂ اعمال میں نیکیاں بڑھیں۔ویسے شاہ جی شعر پڑھتے نہیں لیکن آج آپ کے لبوں سے وارفتگی ٹپک ہی پڑی اور فرمایا منزل کی طرف بڑھنا سیکھو۔

راہ عمل میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈتی ہے منزل کبھی کبھی

شاہ جی کے لیے تنظیمیں کبھی بھی ضرورت نہیں رہیں لیکن شاہ جی کل کی طرح آج بھی تنظیموں کی ضرورت ہیں۔سنی کانفرنس فیصل آباد کا ملتوی کرنا اگرچہ اسباب صریح یہی تھے کہ جماعت کے چند لوگوں کو جنرل مشرف جب چاہتے استعمال کر لیتے لیکن شاہ جی جب بے دست و پا ہوگئے اور سنی کانفرنس ملتوی کردی گئی تو آپ نے شوریٰ کے اجلاس میں خود ذمہ داری قبول کرتے ہوئے جماعت اہل سنت کی نظامت علیا سے مستعفی ہوگئے۔آپ کہتے رہے کہ میں قیادت کے قابل نہیں رہا لیکن کسی نے آپ کا عذر تسلیم نہ کیا اور شوریٰ نے آپ کا استعفیٰ واپس کر دیا۔

میں چلا تھا باد مخالف کے رو برو
زندہ دلان شہر نے مجھ کو بچا لیا

سنی کانفرنس کا انعقاد شاہ جی اپنے ذمہ فرض سمجھتے تھے بالآخر آپ نے شوریٰ سے فیصلہ لے لیا کہ 9 مارچ 2008ء کو راولپنڈی میں سنی کانفرنس منعقد ہوگی وقت قریب سے قریب تر آتا چلا گیا۔ملک خودکش دھماکوں کی زد میں آگیا، انسانی جانوں کے پرزے اڑنے لگ گئے۔7 مارچ کو راولپنڈی کی ٹھنڈی سڑک پر ایک جرنیل کو دھماکہ میں اڑا دیا گیا، پنڈی کی سڑکیں سنسان ہوگئیں۔گورنر پنجاب کانفرنس کے خلاف متحرک ہوگئے۔جنرل مشرف کی نیک بختیوں سے صوبے کا چیف سیکرٹری خسرو پرویز سنی کانفرنس کے خلاف زہر اگلنے لگ گیا۔جماعتی لوگ تنظیم کی حد تک حوصلے رہے لیکن عوامی سطح پر کوششیں معطل ہونے لگیں۔ٹی وی پر ناظم شہر نے کانفرنس کی منسوخی کا اشتہار چلوا دیا۔ٹرینوں کی بکنگ گورنمنٹ نے منسوخ کر دی لیکن شاہ جی کربلائی شاہ جی بن گئے اور فرمایا مجھے اٹھا کر جیل میں پھینک دو یا پھر 9۔مارچ کو سنی کانفرنس شان وشوکت سے منعقد ہوگی۔سی پی او نے شاہ جی کو کہا آپ ہٹ

لسٹ پر ہیں، بعض مشائخ نے فرمایا ہم بے نظیر نہیں بننا چاہتے، بعض تنظیمی دوستوں کا رویہ انتہائی مایوس کن ہو گیا لیکن شاہ جی سٹیڈیم میں بیٹھے منصوبہ بندی کرتے رہے۔ چار ہزار کارکن سنی کانفرنس کے انتظامی معاملات نمٹاتے رہے۔ آویزشوں اور رقابتوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ پنڈی کے بعض لوگوں کی حالت یہ ہوگئی:

کس سے جا کر مانگیے درد محبت کی دوا
چارہ گر جب خود ہی بیچارے نظر آنے لگے

اس میں کوئی شک نہیں کہ لاہور کی یا رسول اللہ کانفرنس اور راولپنڈی کی سنی کانفرنس یک رنگ ہوگئی۔ فرق تھا تو صرف اتنا کہ وہاں سید محمود رضوی علیہ الرحمہ ذمہ داریوں کے پہاڑ تلے دبے تھے اور یہاں راولپنڈی میں سید ریاض حسین شاہ زیر بار تھے۔

کتنی گریز پا ہیں مسرت کی ساعتیں
اے دوست ان کے پاؤں میں زنجیر ڈال دے

8۔ مارچ 2008ء صبح دس بجے راجہ محمد آصف علی خان ہائی کورٹ سے کانفرنس کی اجازت لینے میں کامیاب ہو گئے۔ صدموں کی بجلیاں تھم گئیں حالات بدل گئے اور 9۔ مارچ 2008ء کی سنی کانفرنس کے لیے وطن کے طول وعرض سے قافلے پنڈی سٹیڈیم کی طرف یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے رواں دواں ہو گئے۔ فیصل آباد سنی کانفرنس کے التواء کا داغ دھل گیا۔ دھماکوں، خودکش حملوں کے دھوئیں اور سرد مہریوں کی بادِ صرصر کے چلنے کے باوجود سنی کانفرنس تزک و احتشام سے منعقد ہوگئی لیکن حوصلوں، ہمتوں، وفاؤں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاریخ میں ایک نام تاریخ بن گیا۔ ان الفاظ کو آخر کون بھلا سکے گا ایمان، عشق اور جذبے پسپا نہیں کئے جاسکتے۔ شاہ جی کی تنظیمی زندگی یقیناً یہ آواز دے رہی ہے:

کرم کرو کہ ستم ہم گلہ نہیں کرتے
خزاں میں پھول یقیناً کھلا نہیں کرتے
ملاؤ خاک میں ہم کو مگر خیال رہے
کہ ہم سے لوگ دوبارہ ملا نہیں کرتے

کانفرنس کے آخر میں شہر کے تمام پولیس آفیسر، سکیورٹی سٹاف، رضا کار سراسیمگی میں مبتلا ہو گئے، جب شاہ جی نے اعلان کیا کہ سٹیڈیم سے آخری جانے والا شخص میں خود ہوں گا۔ تمام لوگ اطمینان سے گھر تشریف لے جائیں اور پھر دعاؤں جذبوں اور تشکر کے ہجوم میں شاہ جی، ناظم کانفرنس حمزہ مصطفائی اور خادم کانفرنس اپنے ڈرائیور کے ساتھ گھر روانہ ہوگئے اور حسب معمول ادارہ تعلیمات اسلامیہ کی لائبریری میں ملاقات کے لیے تشریف لانے والے دوستوں کے ساتھ چائے نوش فرماتے رہے۔ مسجد کے میناروں سے اللہ اکبر کی صدا گونجی اور آج کی تاریخی رات اگلی صبح کے تاریخی لمحوں کی دوش پر آنے والی نسلوں کے نام امانت ہوگئی۔

بقیہ: زندگی قرآن کے ساتھ

سورۃ النمل آیت نمبر 4 تا 6

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ④ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ⑤ وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ⑥

"بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے آراستہ کر دیا ہے جبھی تو وہ انہی میں سرگرداں ہیں، انہی لوگوں کے لیے اذیت ناک عذاب ہے اور وہ آخرت میں سب سے بڑھ کر نقصان اٹھانے والے ہیں اور بے شک قرآن حکیم علیم ذات کی طرف سے آپ کو سکھایا جاتا ہے"۔

1۔ عقیدۂ آخرت کی پختگی اعمالِ صالحہ کا دروازہ کھولتی ہے جبکہ اس عقیدہ میں جھول انسان کو بدعملی کے گھپ اندھیروں میں جا دھکیلتی ہے جہاں سے انسان واپس پلٹنے کے قابل رہتا ہے اور نہ ہی آگے کی جانب سفر جاری رکھ پاتا ہے۔

2۔ انسان کو اپنے اعمال کا روزانہ کی بنیاد پر جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ کہیں وہ کسی ایسے عمل کا ارتکاب تو نہیں کر رہا جو نگاہِ پروردگار میں ناپسندیدہ ہو مگر یہ اسی کو حسن حیات سمجھے بیٹھا ہو۔

3۔ گمراہی سے بچنے کے لیے اُن اعمال کی برآری ضروری ہے جو اللہ کے ہاں پسندیدہ ہیں نہ کہ وہ اعمال جنہیں انسان خود پسند کرتا ہو۔

4۔ آخرت پر نظر اور محشر کی تیاری دانا و بینا ہونے کی علامت ہے جبکہ حشر فراموشی اندھا ہونے کی دلیل ہے۔

5۔ عقیدۂ آخرت پر ایمان سے محرومی دنیا کی ذلتوں اور آخرت کے عذاب کا باعث بنتی ہے جبکہ اس عقیدے پر کاربند انسان ربّ کی رحمتوں کے حصار میں ہوتا ہے، یہاں بھی اور وہاں بھی۔

6۔ اصل کامیابی آخرت کی فوز وفلاح اور اصل خسارہ آخرت کا خسارہ ہے۔ سورۂ کہف کی آیت 103، 104 پڑھی جائیں۔

7۔ قرآن حکیم کسی بشر یا جن کا کلام نہیں بلکہ یہ لاریب کتاب اللہ کی نازل کردہ ہے۔

8۔ کسی بھی کتاب کی افادیت اس کتاب کے مصنف کی علمی وجاہت اور دانائی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ کتاب والا جتنا گہرا علم رکھتا ہوگا کتاب بھی اتنی ہی مفید ہوگی۔ اس لحاظ سے قرآن حکیم جیسی مفید کتاب عالمین میں کوئی دوسری نہیں کیونکہ اس کا نازل کرنے والا علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔

9۔ قرآن حکیم کسی فرد کی مرضی، رائے یا مشورے سے نہیں اترتا بلکہ حکیم ربّ اپنی حکمتوں کے مطابق جب اور جیسے چاہے قرآن نازل فرماتا ہے۔

10۔ قرآن علم وحکمت کا ایک ایسا خزانہ ہے جس سے دامن بھرنے والے علمی دنیا کے حکمران بن جاتے ہیں۔ ان کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ محض عالم نہیں ہوتے بلکہ باحکمت اور بابصیرت بھی ہوتے ہیں۔ حکیم ربّ کی نازل کردہ کتاب کے ساتھ وابستگی انہیں نورِ حکمت بھی عطا کرتی ہے۔

11۔ ملامت کرنے والا ضمیر (بقول صوفیا نفس لوامہ) اللہ کی بہت بڑی عطا ہے، زندہ ضمیر رکھنے والے شخص کی زندگی میں اصلاح وترقی کا عمل رکتا نہیں جبکہ ضمیر مردہ ہو جانے کی صورت میں یہ سفر کبھی آگے نہیں بڑھتا۔

12۔ انسان جب ضمیر کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے تو اسے بدی بھی نیکی اور شر بھی خیر لگنے لگتی ہے۔ اچھائی اور بُرائی میں تمیز کی دولت سے وہ محروم ہو جاتا ہے، پھر وہ مکاری کو سیاست، غداری کو حریت، تخریب کو تعمیر، بدعملی کو روشن خیالی، بدعقیدگی کو اجتہاد، فساد کو شعور، گالی گلوچ کو ابلاغِ حق اور افتراق کو انقلاب تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ بدبختی کی انتہا کہ ایسی کیفیت میں اسے نہ تو کوئی نصیحت کرنے والا اچھا لگتا ہے اور نہ ہی اس کی نصیحت۔